

وَأَنَّ أَمْرَ صَبِيٍّ فَهَوِّ شِفَائِهِ

لِللَّهِ

جسمانی امراض
کے

رُوحَانِی شِفَاخَانِی

عبدالحمید ظفر چشتی

کرم پبلی کیشنز، مصطفیٰ آباد لاہور ۱۵

وَإِنَّا مَرْضِيَّتُ فِهْوِ شِفِيْنِ

لِللّٰهِ

جسمانی امراض

کے

رُوحانی شفاخانے

عبدالحق ظفر چشتی

کرم پیلی کیشنرز، مصطفیٰ آباد لاہور ۱۵

جملہ حقوق محفوظ

جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے	:	نام کتاب
عبدالحق ظفر چشتی	:	مصنف
جسمانی امراض سے شفا کیلئے مزارات اولیاء گنیض	:	موضوع
کرم پبلیکیشنز، مصطفیٰ آباد - لاہور - ۱۵	:	ناشر
۱۶۰ صفحات	:	صفحات
کارواں پرنٹنگ پریس، دربار مارکیٹ - لاہور	:	طابع
محمد ادریس عاصمی - وارنٹن	:	کتابت
ستمبر ۱۹۸۸ء	:	بار اول
گیارہ سو	:	تعداد
۳۰ روپے	:	قیمت

ملنے کے پتے

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ - لاہور
 ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ - لاہور
 مکتبہ زریہ رضویہ بغدادی مسجد گلبرگ اے فیصل آباد
 اجمل بک ڈپو - آراے بازار، لاہور کینیٹ — اور
 ہر معروف بک سٹال سے۔

هُوَ الْجَيْبُ الَّذِي تُرْجَى شِفَاعَتُهُ
يَكُلُّ هَوْلًا مِّنَ الْأَحْوَالِ مُقْتَحِمًا
كَمَا بُرْتُ وَصَبًّا بِالْمُسِّ رَاحَتُهُ
وَأُطَلِّقُ أَرْبَابًا مِّن رَّبَقَةِ اللَّامِ

وہ جیب ایسے ہیں جن سے ہے شفاعت کی امید
ہوں گی نازل آفتیں پیش آئیں گے جب رنج و غم
جب چھوا دست کرم ہو گئی کامل شفا
اور رہا پانی جنوں سے اکثروں نے از کرم

پانی پئے پن کے
پیر پھڑپئے چُن کے

مدتوں در بدر خاک چھانتے رہے تو کہیں جا کر ایک مردِ وجد ملا

علموں سوہنا

عملوں سوہنا

عقلوں سوہنا

شکلوں سوہنا

رہبرِ سالکاں، مرکزِ عشق و مستی، منبعِ علم و فضل
واقفِ راہِ حقیقت، شیخِ القرآن، ابوالحقیق،
خواجہ پیر محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی حشمتی نظامی

رحمۃ اللہ علیہ

ان کی عظمت کو سلام

ان کی تربیت کو سلام

اپنی عظیم ماں

کے نام

جن کی دُعاؤں کے سہرے کا

پورے قسے کھڑا ہوں

آنکھ

۷	سرِ آغاز
۱۱	مینارِ یقین
۱۷	سائنسی اُفق پر
۲۵	اسلاف کی شہادت
۳۳	ہر مرض سے شفا
۵۱	حضرت شاہِ یقیقؒ
۶۶	پتھری اور گردے کا علاج
۷۲	مشاہدہ
۸۸	معجزاتِ قدرت
۱۱۱	ہر درد سے نجات
۱۱۸	باوٹے کتے کے کاٹے کا علاج
۱۲۱	چنبیل و جذام کا علاج
۱۳۳	حضرت بابا شاہ سفیدؒ
۱۳۴	حیرت انگیز واقعہ
۱۳۸	جلدی امراض کا علاج
۱۵۲	بواسیر اور جوڑوں کا درد
۱۵۰	بچوں کے سوکھے پن کا علاج

سراغاز

میں کے خالق و مالک اور میرے پروردگار نے مجھے دینی و دنیوی، ہر قسم کی بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ بھی نہیں، بس اُس کا خاص کرم ہے اور میرے والدین کی خصوصی دُعاؤں کا صدقہ ہے۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت اچھی اولاد ہے۔ لڑکوں میں سب سے بڑا لڑکا محمد عامر چشتی ہے۔ تیرا ان پاک حفظ کر لینے کے بعد میرا کل کیا۔ اور آج کل مکیٹیکل ڈرافٹس مین کے آخری سال میں ہے۔

سوئے اتفاق کہ ۱۹۸۷ء کے آغاز میں انہیں بائیس پنڈلی پرچنیل کی شکایت ہوئی۔ یہ تکلیف بڑھتے بڑھتے شدید پریشانی کا باعث بن گئی۔ مختلف ڈاکٹروں، سکن سپیشلسٹوں، حکیموں اور جراثیموں کے دروازوں پر دستک دی، کئی ایک اللہ والوں سے دم درد بھی کروایا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی جتنی کہ کسی کے کہنے پر میسر بنے، ان زخموں سے تا ابد چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے تیزاب بھی لگا دیا جس سے جسم جل گیا، بچہ تڑپ گیا مگر تکلیف نہ گئی یعنی شعلہ نجفیت آتش نماں۔

یہ کیفیت مسلسل ذہنی کرب کا باعث بنی۔ اکثر اپنے مالک سے بات چیت کرتا کہ اے میرے مولا! اس نامراد مرض سے کس طرح چھٹکارا حاصل کر سکیں گے۔

کو کسی نے بتایا کہ کراچی چلے جاؤ۔ وہاں حضرت منگو پیر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کے قریب پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اس چشمہ کے پانی سے زخموں

کو دھو ڈالو، آرام آجائے گا۔ اندھا کیا چاہے، دو آنکھیں بچنے نے آؤ دیکھنا نہ تاؤ۔ اپنی ماں سے پیسے لٹے اور کراچی روانہ ہو گیا۔ اُس روز اُسے اس درد کی وجہ سے شدید بخار تھا۔ اسی حالت میں کراچی پہنچا، اور پندرہ روز بعد گھر واپس آیا تو جملہ اہل خانہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ بچے کو قدرت نے بچایا۔ بچے نے بتایا، میں وہاں چشمے پر صرف ایک بار جاسکا ہوں، اور ایک بار ہی اُس چشمے سے زخموں کو دھوسکا ہوں۔ البتہ ایک کمن میں پانی بھرا یا تھا۔ جو گلاب سے گلاب سے استعمال کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زخم بالکل مندمل ہو گئے۔

میں نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنے برخوردار ڈاکٹر محمد عبدالمجید حامد بی۔ ایس بی ایم بی بی ایس سے کیا۔ محمد عامر ان کے زیر علاج بھی رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے۔ اس چشمے میں گندھک کا آمیزہ ہے۔ اس لئے زخموں کو آرام آجاتا ہے۔ میں نے کہا۔ اس وقت پاکستان میں ہزاروں ماہرین امراض جلد موجود ہیں، اور یہ چشمہ صدیوں سے رواں دواں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے۔ ڈاکٹر حضرات نے اس کا تجزیہ کیوں نہیں کیا۔ اسی نسبت سے پانی گرم کیا جانا۔ پھر اسی نسبت سے گندھک کی آمیزش کرتے اور دکھی انسائیت کی خدمت کرتے۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ اور نہ ابھی تک کسی تحریک کا آغاز ہوا ہے۔ اس لئے یہ بات باور کئے بغیر چارہ نہیں کہ اس چشمے کا تعلق ایک اللہ دوائے کی ذات سے ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے اس میں شفا رکھ دی گئی ہے۔

میرے دل میں آئی۔ قدرت نے ایسے ہزاروں شفا خانے کھول رکھے ہوں گے۔ جہاں سے دکھی اور مجبور انسائیت فیض پاتی ہوگی۔ کیوں نہ ان کے متعلق تحقیق کی جائے اور ان فیض کے چشموں کی نشاندہی کر دی جائے، تاکہ مخلوق خدا ان سے استفادہ کر سکے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے معاشرے میں جہالت اور ضعیف العقیدہ عورتوں کے حوالے سے سنی سنائی لا یعنی غیر تحقیق شدہ اور من گھڑت روایات کا ایک طوفان موجود ہے

اس لئے رطب و یابس کی دلدل سے بچ کر ایسے اشخاص کو تلاش کیا جائے جنہیں کہیں سے شفا ملی ہو۔ ان کے انٹرویوز لے جائیں اور تمام کیفیت از آغاز تا اتمام آرام معلوم کی جائے، اور جس مرکز شفا سے فیض ملا ہو وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لیا جائے اور ان بزرگوں کے مختصر اور مستند حالات بھی لکھ دیئے جائیں۔

اس سلسلہ میں کام شروع کیا تو سمیٹنا مشکل ہو گیا۔ وسائل کی کمی اور اپنی بے بضاعتی نے بارہا دیوار چپین کی صورت اختیار کی، لیکن ہر بار اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی اور بندہ نے دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ان اللہ والوں کے آستانوں پر حاضر ہو کر معلومات حاصل کیں۔ اب یہ حقیر تحفہ امت مسلمہ کے لئے حاضر ہے۔

روحانی شفا خانوں کی نشاندہی کے علاوہ اس کتاب میں میں نے چند روحانی نسخے بھی درج کر دیئے ہیں تاکہ عوام اس انداز سے بھی فیض حاصل کر سکیں۔

میرے قلم نے جہاں جہاں لغزش کھائی ہو اہل کرم سے اصلاح کی درخواست ہے۔

دعائے خیر کا طالب

عبدالحق ظفر چشتی

اظہارِ ممنونیت

میر کریم احضور، میاں عبد الغنی

جن کی دعاؤں کی ردا، میر سر پر تھی رہی۔

حکیم امت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری

جن کے مفید مشورے میر لئے سہارا بنے۔

اقبال احمد فاروقی، ڈاکٹر سید اظہر علی شاہ

جن کی نگارشات نے میری کاوش کو یقین محکم کا نام دیا۔

باہی نسیم اختر

جنہوں نے میری قلمی لغزشوں پر خوب خوب گرفت کی۔

راجہ رشید محمود، اختر شاہ جہان پوری

جنہوں نے اپنے اپنے بجز خار سے اک بوند پانی کی نہ دی۔

احسان اللہ چیمہ، ملک محمد سرور، چودھری بشیر احمد تاز

جن کی عنایاتِ پیہم کا قرص کبھی نہیں چکا سکوں گا۔

عبدالوحید، شیخ محمد صدیق، شیخ محمد سعید

جن کی متاعِ خیر کی بیساکھی کے بغیر ایک قدم نہ چل سکتا تھا۔

محمد ادریس عاصمی

روحانی شفاخانی نے اک حرف حرف جن کی پُر خلوص محنت کا غماز ہے۔

میںاریقین

هو الشافی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ع

فاضل محترم جناب عبدالحق ظفر چشتی صاحب مدظلہ العالی کی ندرت کی حامل تالیف "روحانی شفاخانے" باصرہ نواز ہونی۔ میری معلومات کے مطابق یہ تالیف اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل پہلی کتاب ہے۔ قبل ازیں اس طریقہ سے مزارات مقدسہ کے صرف فیض شفا کو یکجا طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ آج سرفراز "پاؤ پڑھے مولویوں" کا دور دورہ ہے۔ ان کو ساون کے اندھے کی طرح ہر طرف شرک ہی شرک نظر آتا ہے اور وہ چشتی صاحب کی تالیف منیف کو بھی شرک کی پٹاری قرار دیں گے۔ مگر یہ حقیقت ان سے بالکل اوجھل رہے گی، کہ یہاں ذکر قبروں کا ہے اور مرعوبین کا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے قبر اور موت کے خیال ہی سے مسلمانی ختم ہو جاتی ہے۔ گویا قبر اور موت کا ذکر خدائے حی و قیوم کی وحدانیت کے ذکر کا اقرار و اعلان ہے۔

قبر کی حیثیت و اہمیت حضرات انبیاء کرام (سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مزارات اور حضور پر نور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرقد منور سے ظاہر باہر ہے اور تاریخ پر نظر رکھنے والوں پر واضح ہے کہ اُتم سابقہ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک تمام صلحائے امت سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر و انور سے اکتساب فیض کرتے آ رہے

ہیں اور شعوری و لاشعوری طور پر اخبار بھی دیا وی فیض پاتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں مقیم حضور پر نور کے روضہ اقدس کے زائرین و سائلین سے دنیا کا مال جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

اسی طرح سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اور اکیاد کبار کے مزارات مقدسہ سے دینا نے ہر قسم کا فیض پایا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا روضہ اظہر افغانستان کے شہر "مزار شریف" میں مرجع خلاق ہے یہاں سے عقیدتمند روحانی (باطنی) فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں اور خاص ظاہری فیض یہ ہے کہ "نا بینا افراد" وہاں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور جس وقت ان کی بنیائی لوٹ آتی ہے۔ اس وقت سلطان ولایت کے در سے اٹھتے ہیں۔

۱۹۷۳ء میں اختر حضرت شیخ المشائخ پیر فضل عثمان مجددی کے ختم چہلم میں شرکت کے لئے کابل گیا تو پہلے پشاور میں حضرت قبلہ سید محمد امیر شاہ قادری مدظلہ العالی کے ہاں حاضری کا شرف حاصل کیا، اور عرض کیا کہ افغانستان جا رہا ہوں۔ اس پر حضرت شاہ نے "مزار شریف" حاضری دینے کی تاکید فرمائی۔ پھر خاتقاہ مجددیہ کابل کے سجادہ نشین حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم خان مجددی زید مجددی نے "مزار شریف" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے خاندان کے متعدد بزرگوں کا کشف صریح و صحیح یہ ہے کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صحیح مدفن "مزار شریف" میں ہے، اور ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ نا بینا لوگ وہاں جاتے ہیں اور بینا ہو کر لوٹتے ہیں۔ مگر احقر اس مقدس مقام کی زیارت سے محروم رہا۔ اگلے روز کتب کی تلاش میں نکلا تو ایک تاجر کتب سے حضرت عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی کی تالیف "تاریخچہ مزار شریف" بہم دست ہو گئی۔ بغرض کہ حضرت

علی المرتضیٰ شہرِ خدا کی ذات ستودہ صفات بہ فیض مصطفوی اللہ تعالیٰ کے جملہ اسماء صفاتی کا منظر تو ہے ہی۔ مگر دنیاؤں کے لئے اسمِ شافی۔ بصیر اور نور کا دریائے فیض ہمہ وقت موجزن رہتا ہے۔

اسی طرح مولائے کائنات و سلطان ولایت اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فیض یافتگان بھی اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی صفاتی نام کے منظر ہوتے ہیں۔ حضرت حسینی صاحب قبلہ نے اپنی اس تالیف لطیف میں صرف ان اولیاء کرام کے احوال و کرامات کو درج کیا ہے جو رب کریم کے اسمِ شافی کے خاص طور پر منظر ہیں۔

چند ایک اکابر امت کے اقوال و اعمال اصحاب قبور سے استفادہ و استعانت کے سلسلہ میں شکوک و شبہات اور ادہام باطلہ کو دور کرنے کے لئے کافی مفید ثابت ہوں گے۔

حضرت علامہ عزالدین بن جماعہ محدث نے کتاب "النس المحاضرہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"امام سفیری جنہوں نے مجالس احادیث بخاری کی شرح فرمائی ہے۔ علی بن مہمون کا یہ قول نقل کیا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت امام ابو حنیفہ قدس سرہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ان کی

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روضے بخف اشرف اور مزار شریف میں بتائے جاتے ہیں۔ بخف اشرف میں روضے کی حیثیت بھی ظنی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کبار کے ساتھ جو مٹی منسوب ہو جاتی ہے وہیں سے چشمہ فیض جاری ہو جاتا ہے۔ "مزار شریف" میں آپ کے مرقد منور سے متعلق پاک و بہند کے لوگوں کو بوجہ بہت کم علم ہے۔

قبر پر جا کر اپنی حاجت روائی کے لئے دعا کرتا ہوں تو وہاں سے علیحدہ ہونے سے پہلے ہی وہ پوری ہو جاتی ہے۔"

بحوالہ "استعانت" مطبوعہ حیدرآباد دکن تالیف ابوالفضل سید محمود قادری سیشن حج ۹۳۔
جناب علامہ منصور علی محدث دکن نے معتبر حوالے سے "فتح البین" میں نقل کیا ہے۔

"تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیشہ علماء اور حاجتمند حضرات امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت اور اپنی حاجتوں کی تکمیل کے لئے ان سے توسل کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ ان کی حاجتیں پوری ہوتی رہیں۔ ان ہی میں ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے جب بغداد میں آپ (امام شافعیؒ) کا قیام تھا وہ حضرت ابوحنیفہ کے مزار کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں تم کو ابوحنیفہ کے توسل کی تاکید کرتا ہوں۔"

"حضرت امام قشیری نے رسالہ قشیریہ میں حضرت معروف کرخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے کہ ان کی قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی۔ اور اہل بغداد کہتے تھے کہ قبر معروف تو تریاقتی مجرب ہے۔"

ایحوالہ رسالہ قشیریہ۔ از امام قشیری، مطبوعہ مصر ص ۱۱ بحوالہ استعانت)

نہ ماننے والے گروہ کی ایک مسلمہ شخصیت اور مرشدِ اعظم جناب سید احمد بریلوی کے بھانجے مولوی محمد علی صاحب نے سید موصوف کے حالات زندگی تا سفر حج بنام "مخزن احمدی" لکھتے ہیں۔ مولف سید صاحب سفر حج میں ان کے ہمراہ تھے اس کتاب میں مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ جب ہم وادی صرف میں پہنچے، جہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار فائض الانوار ہے۔ اُس روز میں بھوکا تھا اور طلبِ نان میں ہر طرف دوڑا مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ ناچار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر فریاد کی اور انہوں نے فریادرسی فرمائی۔ "مولوی محمد علی صاحب

کس طرح استغاثہ کرتے ہیں۔ ان ہی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-
 "پیش تربت شریفہ گدایانہ ندا کردہ گفتم کہ لے جدہ امجدہ من مہمان شما
 ہستم، چیزے خوردنی عنایت فرما و مرا محروم از الطاف کریمانہ خود منما
 از گاہ سلام کردم و فاتحہ و اخلاص خواندہ ثوابش بروح پرفسوح فرستادم
 انگاہ شستہ سر بر قبرش نہادہ بودم از رزاق مطلق و دانائے برحق و خوشہ
 انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ تر آنکہ ایام سرما بود ہیج جا انگور تازہ بیسرنہ
 بود۔ بحیرت افتادم و یکے از اں ہر دو خوشہ ہمون جائستہ تناول نمودہ
 از حجرہ (روضہ) بیرون شدم و یک یک دانہ بہر یک تقسیم کردم۔"
 (بحوالہ مخزن احمدی مؤلفہ سید محمد علی ص ۹۹)

یعنی میں نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر گدائے بے نوا کی صوت
 ندا کی کہ لے دادی جان کہ میں آپ کا مہمان ہوں اور کھانے کو کوئی چیز میسر نہیں
 مجھے اپنے خاص الطاف کریمانہ سے کھانے کو کچھ عطا فرمائے۔ ساتھ ہی اس دوران
 میں سلام کیا۔ فاتحہ اخلاص پڑھی اور اس کا ثواب ان کی روح پر فسوح کو بھیجا۔ اسی
 دوران قبر مبارک پر سر رکھ کر بیٹھا تھا کہ رزاق مطلق اور دلوں کے رازوں سے
 آشنا پروردگار کی طرف سے تازہ انگوروں کے دو گچھے میرے ہاتھ میں آگئے۔ طرہ تماً
 یہ کہ موسم سرما تھا اور اس موسم میں انگور ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا تھا۔ میں بہت
 حیران ہوا۔ ان دو گچھوں میں سے ایک میں نے وہاں تمام بیٹھے ہوئے لوگوں میں
 تقسیم کیا اور انہوں نے تناول کیا۔

بعد فوت زوج ختم المرسلین رفتہ چندیں قرنہا لے سور ہیں
 بنگرا زوٹے این کرامت یافتہ مایہ صد گونہ نعمت یافتہ
 تصور فرمائیے، مولوی محمد علی صاحب نے کس طرح گدایانہ ندا کی اور قبر انو

سر رکھا اور انکو عطا ہوئے۔ پھر ایک خوشہ تمام ساتھیوں میں تقسیم کیا جن میں سید صاحب سرفہرست تھے۔

حضرت چشتی صاحب نے روحانی شفا خانے "تالیف کر کے عقیدہ اہل سنت کی صحیح سمت راہنمائی کی ہے۔ بد عمل اور بد عقیدہ تعویذ فروشوں سے بھی بچا لیا ہے اور مشہور قول ہے "مسلماناں درگور مسلماناں در کتاب" کی حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے اور حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مصرع ذیل کی تفہیم آسان ہو گئی ہے۔

نام فقیر تنہا ندابا ہو قیبر جنہا ندی جیوے ہو

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جناب چشتی صاحب زید مجدد کی اس سعی جمیدہ کو مشکور فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔
آخر میں چشتی صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اس موضوع پر تحقیق جاری رکھیں اور ایک ضخیم کتاب کی صورت میں یہ مواد عوام کے سامنے لائیں۔

خاک راہ درد منداں

محمد موسیٰ عفی عنہ، لاہور، یکم محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

۱۵ تعویذات کے اثرات و جواز سے انکار ممکن نہیں۔ مگر شومی نصیب کہ اس وقت لاہور کے ۹۰ فیصد تعویذ فروش دشمنان صحابہ، تفضیلیہ اور نجدیہ ہیں۔ ان میں سے اکثر عامل قرآنی کہلاتے ہیں۔ حالاً سحر و جادو کرتے ہیں اور بھنگیوں (عیسائیوں) نے بھی یہ مکروہ دھندا شروع کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ و معون رکھے۔ آمین۔

سائنسی اُفق پر

انسان محض گوشت اور پوست کا پتلا نہیں ہے۔ کائنات میں جان دار مخلوق میں سے ارفع و اعلیٰ صفات کا حامل انسان، جسم و جان کے ساتھ ساتھ لوح کا تصور اور ذی شعور ہونے کا خاصہ اور پھر حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں انسانیت کی معراج باقی تمام حضرات الارض سے انسان کو ممتاز کرتی ہے۔ یہی امتیاز اسے اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازتا ہے۔

بیماری کے دوران روحانی اذیت اور صحت کے چلے جانے کا احساس، ان دیکھے خدا سے نجات کی التجا اور گناہوں سے توبہ صرف حضرت انسان کا حصہ ہے۔ بیماری بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور شفا بھی اُس کی جانب سے نصیب ہوتی ہے۔ اس یقین کے ساتھ ہر امتحان میں صبر و استقلال کا پیکر بن جانا نا صبوروں کے لئے باعث حیرت و استعجاب بن جاتا ہے اور عبرت کا سبب بھی۔ بیماری کا احساس ختم ہونے سے آدھی بیماری خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ ہمارے اندر کئی ایک تکالیف مسکن بنائے ہوتی ہیں۔ کہیں پتھریاں ہیں، کہیں غدود ہیں۔ لیکن لاعلمی کی وجہ سے ان کا احساس نہیں ہوتا۔ روح بے چین نہیں ہوتی، اور اگر لٹھ کروانے پر معلوم ہو جائے تو بے چینی و بے دستری سوہانِ روح بن جاتی ہے۔ روح کو اس بے چینی سے محفوظ کرنے کے لئے سکون اور Tranquilizer کا استعمال ہوتا ہے۔ کوئی طبیب، حکیم، ڈاکٹر یا دانا

مرض کی نوعیت اور اس کے مداوے سے مطلع کر دے تو دوسواں اور گمان ختم ہو جاتے ہیں۔ ڈھارس بندھ جاتی ہے اور کلمہ گو ہونے کا مان اور حضور سے نسبت مسلمان کو زندگی بھر ہر قسم کے سو دوزیاں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کے برگزیدہ بندوں کے مقام رہائش و مدفن و مرقد انوار الہیہ کا محور ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے ان کا وجود ٹیلی ویژن کے Booster Station

کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ لوگ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ. بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ ان حضرات کے ساتھ بیماری کے دوران ایک واسطہ رکھنا، ان کے ساتھ نسبت اور ذہنی رشتہ Sense of Belonging پائیدار ہے۔

لوگوں کا یہ کہنا کہ "اللہ نبی وارث" اور "مرشد جانے" کا یقین محکم کئی ہزار Valium کی گولیاں کھالینے سے زیادہ حوصلہ بخش ہوتا ہے۔ بظاہر یہ الفاظ اتنے وزنی نہ سہی اور منکرین کو مناسب نہ لگتے ہوں تو بھی راضی برضا ہو کر صدق دل سے ایک توقع کے ساتھ کہ "بیماری اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے اور وہی شفا بھی دے گا۔" بیماری کے احساس کو بلکہ اکثر اوقات خود بیماری کو کم کر دینے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارشاد سے ذبح شدہ جانوروں کا دوبارہ زندہ ہو کر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آنے کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تیک بندوں کی زبان جو شرک و کفر سے پاک ہوتی ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری کا تقدس چہرے کی نورانیت سے عیاں ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی کا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کسی بندہ کو شفاء کی دعا دینا ہی ایک غدود Pituitary Gland اور Hypothalamus، دماغ کے حصے کے ذریعے ارادی اور غیر ارادی

پٹھوں پر ایسے حوصلہ افزا الفاظ کا اثر بھی Glands اور رطوبتوں کو جاری رکھے ہوتا ہے اور کئی دفعہ غیر دوائی کے جسم انسانی میں ایسی تبدیلی واقع کر دیتا ہے کہ آدھی سے زیادہ بیماری بغیر علاج ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اولیاء کرام اور بزرگ ہستیوں سے کئی ایک کرامات دنیا کے سائنس دانوں نے ظاہر ہوتی رہتی ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اس میں شرک کا کوئی مسئلہ نہیں۔ بعض اوقات بیماری ہوتی ہی بہت کم ہے اور محض Psycho Therapy یا

Suggestive Therapy سے مریض محسوس کرتا ہے کہ خطرے میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جن نہیں ہوتا جن ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور مریض صرف ماہر نفسیات طبیب کی ذرا سی توجہ سے ہی تندرست ہو جاتا ہے۔ عام لوگ کئی ڈاکٹروں اور حکیموں کے متعلق یہ آزما چکے ہوتے ہیں کہ ان کی دہلیز پر جانا ہی آدھی بیماری ختم کر دیتا ہے اور ناگزیر سمجھ کر وہ ہر تکلیف میں وہاں سے بھاگے آتے ہیں۔

بعض خاندانوں یا اشخاص کو نسلاً بعد نسل یا سینہ بہ سینہ کسی بزرگ اور اللہ والے کی دعا سے بخشیش حاصل ہوتی ہے اور وہ کسی مرض کے لئے دعا کرتے ہیں، دم کرتے ہیں، ہاتھ لگاتے ہیں یا کوئی آیت مبارکہ پڑھ کر دم کرتے ہیں تو مریضوں کو نہ صرف یہ کہ آرام آتا ہے بلکہ انہیں ایک ذہنی سکون و اطمینان بھی نصیب ہوتا ہے۔

روحانی شفا خانوں کی تشاند ہی ایک مشکل امر ہے۔ اُن کے لئے بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس روحانی شفا خانے والی شخصیت کتنی پُراثر ہے اُن کا سلوک و مرتبہ کیا ہے؟ آیا بے لوث بھی ہیں یا حرص و آرزو کے بندے ہیں؟ ان کی شخصیت کتنی پُراثر ہے۔ اُن کا مرتبہ طہارت کس قدر ہے۔ اُن کی ذاتی زندگی اور اُن کی نسبت کا شرف کتنا پُراثر ہے۔ یہ جملہ امور ایک بیماری کے دوران

Organic Element اور Functional Element کا تصور اور وجود اور اس کے نفسیاتی پہلو کا علاج اگر روح کی تسکین کے لئے ہے، تو یہ اعتقاد اور اعتماد ایک پیچیدہ دباؤ کے ذریعے بیماری کو کم کرنے میں مدد ثابت ہوتے ہیں۔

مغربی ممالک کے ہسپتالوں میں حد درجہ کی صفائی، خوش وضع و خوش خلق سٹاٹ نمبران کی موجودگی، ہر مریض کے ذوق کے مطابق ٹی وی پروگرام یا ہلکی پھلکی موسیقی، ہر مریض کے لئے پھولوں کے تحفے، مشنری ہسپتالوں میں مریض کے پاس کھڑے ہو کر پادری کا دعا کرنا یہ سب کچھ بیماری میں روح کی تسکین کا سامان ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی عظیم پر اعتماد شخصیت T. wering Personality جسے خدا کی ذات پر بھروسہ ہو وہ کہے کہ جاؤ اللہ کریم کرم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ افضل فرمائے گا تو کیا یہ روحانی سکون اور جسمانی تسکین کا باعث نہیں بنے گا؟

شعور و لا شعور کے ماہر جرمن مفکر Sigmono Freud سکند فریڈ اور دوسرے مفکرین کے فارمولے بیماریوں کی جڑوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ مریض اپنا مرض چھپاتا بھی چاہے تو نہیں چھپا سکتا۔

Psychiatrist اور Hypnosis کے ماہرین سالہا سال کی پرانی بیماریوں کی تہ تک پہنچ رہے ہیں۔ Acupuncture کے ذریعے علاج ایک مصدقہ طریق علاج اور حقیقت ثابت ہو چکا ہے تو کیا نیک فطرت و سرشت بندہ خدا ماتھے پر ہاتھ پھیر کر کہے کہ اللہ خیر کرے گا۔ کیا کم حوصلہ افراد ہو سکتا ہے؟ Boyd's Book of Pathology کے حوالے سے تازہ ترین تحقیق تو یہ سامنے آئی ہے کہ جو اشک آنکھوں سے نہیں بہتے، وہ

معدے میں نیزابیت پیدا کرتے ہیں اور مفعدے سے پیمیش کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ روحانی بیماریوں کا اگر علاج نہ کیا جائے تو وہ جسمانی بیماریاں بن کر اٹھنے کے لئے روگ بن جاتی ہیں۔ کیا یہ ایک بین الاقوامی حقیقت نہیں ہے "Emotions lead to Lesions" کہ جذبات امراض کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر کمیوں نہ بیشتر جسمانی بیماریوں کو روحانی بیماریوں کی بنیاد سمجھ کر ذہنی و روحانی سکون پہنچا دیا جائے۔ یورپ اور ایشیا کے مختلف مقامات پر گرم پانی کے چشموں پر مریضوں کی بھیڑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے چلی آ رہی ہے۔ ان مقامات کو "SPAS" کہتے ہیں۔ ان چشموں کا مادی دینا نے تجزیہ کیا، تو Heat Therapy کے ذریعے علاج کرنے، گندھک اور دوسرے نمکیات کا اثر ثابت کر کے روحانی سے مادی علاج میں تبدیل کر دیا ہے۔

ایک مریض جب گھر سے کسی ایسے روحانی شفا خانے جانے کے لئے روانہ ہوتا ہے تو اس کے اعتماد اور شفاء مل جانے کی یقینی اُمید سے جسم کے اندر Homonal Change آجاتی ہے وہاں جا کر خدا سے عاجزی کے ساتھ دعا کرنا، بزرگانِ دین سے گہری عقیدت و محبت، ان کے مزارات مقدسہ کی عظمت و رفعت سے حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ یہی حوصلہ مرض کے کم ہونے یا ختم ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں ماہر ماہر ڈاکٹر یہ کہنے پر مجبور ہیں He only lives who will to live کہ جو شخص زندہ رہنا چاہتا ہے وہی زندہ رہتا ہے تو یہ حوصلہ یہ اُمید کی کرن اور اپنی طرف سے چارہ کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر توکل اور بھروسہ ایک بہت بڑی اندرونی

بہجان انگیز طاقت پیدا کرتا ہے Do your best and leave the rest to God. یعنی اپنی کوششیں جاری رکھو اور بعد کے نتائج کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دو۔ عارف رومی نے فرمایا ہے ۷

گم توکل می کنی دو کار کن
کار کن و تکیہ بر جبار کن

یعنی اگر تو خدا کی ذات پر توکل کرنا چاہتا ہے تو پہلے دو کام کر۔ ایک تو کام کر اور پھر خدا سے جبار پر بھروسہ کر۔ ان حقائق و عقائد کے ذریعے عمل اور توکل سے جذبات کے دھارے بہرِ فتنم کے سودوزیاں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

حضور پر نور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا "طیب قلبی و جسمانی و روحانی ہونا اور رحمت و کرم کا مظہر ہونا کون نہیں جانتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیماریوں کے جھرمٹ میں ہونے کا مزد اس چیز کا حامل ہے کہ ان کی ذات بھی ادویات کے بغیر شفا کا سبب تھی۔ کئی لاعلاج مریضوں کا خواب میں حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے شفا حاصل کرنا۔ ایک نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے صدقہ جاری ہونے والے کنویں سے آپ زمزم کے پینے سے کئی ایک امراض کا دم توڑ جانا آرام و سکون کے یقین کو تقویت دیتا ہے۔ کسی مریض کے کسی ایک طیب سے قلبی تعلق اور اعتماد کی وجہ سے معمولی سی دوا سے آرام آجاتا ہے۔ جب کہ کسی دوسرے ڈاکٹر سے اعلیٰ ترین نسخوں کا استعمال بھی بے کار جاتا ہے۔ موجودہ دور میں نفسیاتی بیماریاں زیادہ ہو رہی ہیں۔ جعلی پیر لوگوں کو نفوذ گنڈوں سے جھوٹے وعدے اور تصوراتی چکر دے کر بے پناہ دولت

کما رہے ہیں اور اسے کاروبار بسنا کر لوگوں کی نفسیاتی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر ایسے حالات میں ایک شخص ان لیٹروں سے بچ کر شرک و کفر کو بالائے طاق رکھ کر صدق دل سے با وضو ہو کر اور گناہوں سے تائب ہو کر کسی برگزیدہ شخصیت کے حوصلہ دینے اور اپنی بیماری کو رفع کرنے کے لئے دعا کرتا ہے یا کسی روحانی شفا خانے سے پانی، مٹی یا پتھر استعمال کرتا ہے اس نیت سے کہ یہ مقامات انوارِ الہیہ کے نزول کا مرکز ہیں بلکہ یہ Booster Stations ہیں تو وہ کیونکر ٹھیک نہ ہوگا؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین ہر دور ہر وقت زبانِ حال سے یہ اعلان کرتے نظر آتے ہیں کہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

وہ وقت دور نہیں جب مشرق و مغرب کے فرنگی اور سنیا سی مرض کے روحانی پہلوؤں کو زیادہ اہمیت دینے لگیں گے چینی میں HYPNOSIS یا Achupuncture سے بغیر تکلیف کے بچے پیدا ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ پیٹ کے خطرناک آپریشن تک ہو سکتے ہیں تو کیا مزارات مقدس کے تقدس اور پاکیزگی کے روحانی اثرات سے بیماری میں کمی یا بیماری کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔

دورِ حاضر کے ماہر طبیب اور ڈاکٹر حضرات تحقیق کے دوران ایک دوائی کے اثرات دیکھنے اور مقابلہ کے لئے ایک نقلی دوائی استعمال کرتے ہیں مثلاً سادہ چینی یا چاک وغیرہ کیسپولوں میں بھر کر دے دیتے ہیں جس کا طبی نام Placebo دیا جاتا ہے۔ یہ بات باعثِ حیرت و استعجاب ہے کہ 30% 40% فیصد مریض اس Placebo کے ذریعہ یعنی سادہ چینی یا چاک وغیرہ کے

کیپسولوں کے استعمال سے ہی شفا یاب ہو جاتے ہیں جو عام حالات میں کسی طرح بھی قرین قیاس ہی نہیں۔

روحانی شفا خانوں کو مخالفین نے فیل کرنے یا ندنام کرنے اور ان سے لوگوں کو بدظن و متنفّر کرنے انہیں فراڈ اور شرک کا درجہ دینے میں جن کو بنیاد بنایا ہے وہ موجودہ دور کے تعویذ گدھے کرنے والے خود ساختہ جعلی روحانی شفا خانے ہیں یا پھر ایسی Organic بیماریوں کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے جیسے چوٹ سے خون بہنا، ہرنبہ یا ناقابل علاج جراثیموں والے کینسر کے مریضوں کو لاکھڑا کیا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ جس مرض نے اپنے پینے میں کئی سال لگائے ہیں۔ اس کے ازالے کیلئے تو اتنا ہی وقت درکار ہوگا۔ اس کے باوصف بعض اوقات عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے کہ اتنی جلدی شفا کس جانب سے آگئی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ڈاکٹر اظہر علی شاہ۔ ایم بی بی ایس

اسلاف کی شہادت

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اتنا کریم اور مہربان ہے کہ انسانی تصورات اس کے لطف و کرم کا اندازہ نہیں کر سکتے وہ اپنی مخلوق کو تخلیقی شکل دیکر اپنی شفقت و کریمی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ پھر اس کی نشوونما کر کے اپنے الطاف و اکرام کی دلیل قائم کرتا ہے۔ روئے عالم پر جملہ تخلیقات میں سے حضرت انسان اس کی عنایاتِ کریمانہ کا خصوصی مظہر بھی ہے اور مہبط بھی۔ اسے اشرف المخلوقات قرار دے کر اپنے پیار و محبت کی اشرف العنایات سے نوازتا ہے۔ معلوم دیتا ہے کہ انسان کی تخلیق اس کی مہر و محبت کا نمونہ ہے جب وہ اس پر عنایاتِ کریمانہ کی بارشیں برساتا ہے۔ ساری کائنات اس کے منقذ پر رشک کرتی ہے۔ پہلے اس نے انسان کو پیدا فرما کر اپنی کمال محبت کی دلیل قائم کی پھر اس کو موت سے ہمکنار کر کے اپنی رحمت کے قریب لا کر ابدی زندگی سے نوازا۔ گویا حضرت انسان کی زندگی و موت ہر دو خدائے قدس و برتر کی رحمتِ کرم کے وقتی اور ابدی انداز ہیں۔ زندگی کائناتِ ارضی پر رحمتوں کا اظہار اور موت ابدی زندگی کی تشکیل میں اس کی کرم نوازیوں اور نوازشاتِ پیہم کا مظہر۔

وہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان و شفیق ہے کہ اس کا بندہ جہاں کہیں بھی ہو اس کی نگاہِ رحمت میں ہے اور وہ اپنے کسی بندے کو تکلیف و مصیبت

یا عذاب میں مبتلا دیکھتا پسند نہیں کرتا۔ کائنات ارضی پر اس کا کوئی بندہ کسی مصیبت کا شکار ہو تو اس کی شفقتیں اس کی صحت و توانائی کے لئے آگے بڑھتی ہیں۔ یہ ساری بیماریاں، پریشانیاں، مصائب و آلام کے جھکڑ کائنات ارضی کی الائنٹوں اور اثراتِ بد کا نتیجہ ہیں۔ یہ کہکشاں یہ ستارے یہ سیارے یہ شمس و قمر کے روشن چراغ یہ مریخ و عطارد، ان ارضی آرام و مصائب کے ایک گونہ ازلے کا سبب ہیں۔

اس ارضی نظام سے ماوریٰ بھی اس کے بندے موجود ہیں۔ ملائکہ، فرشتے ارواح اور دوسری بے پناہ مخلوق اس کے بندوں میں شامل ہیں جو زمین پر محور سے ہٹ کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن کبھی بیماری، تکلیف اور پریشانی کا شکار نہیں ہوتے۔ فرشتوں کے متعلق کبھی نہیں پڑھا یا سنا کہ ان کے ہاں طاعون پھیل گئی ہو یا کسی کو بجا آگیا ہو یا نزلہ و زکام کا شکار ہو گئے ہوں۔ عالم ارواح میں ان کروڑوں بندوں میں سے کبھی کوئی جسمانی یا روحانی امراض میں مبتلا نہیں ہوتے۔ تو ہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کائنات ارضی پر حضرت انسان کے مصائب و عوارض زمین پر اثرات اور الائنٹوں کا نتیجہ ہیں۔ ان عوارض و مصائب سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کے نہاروں آثار و رجال پیدا فرمائے ہیں۔ تاکہ اگر اس کا کوئی بندہ زمین پر آثار سے دکھ درد میں مبتلا ہو تو اس کا علاج بھی کیا جائے۔ جہاں صرف جسمانی امراض کے لئے زمین ہی سے جرطی بوٹیاں، پھل پھول اور پتے پیدا کیے۔ کائناتِ سماوی سے رحمتِ باران کے قطرات فضائے بسیط کے پر سطف ماحول شمس و قمر کے نظام کی حکمتیں ان کا علاج اور مداوا ہیں۔ وہاں روحانی اور معاشرتی بیماریوں کے لئے اس نے اپنے باکمال اور اعلیٰ شخصیات، انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ

اس کے قلبی بیمار اور معاشرتی مصیبت زدہ بندوں کو ان مصائب و آلام کی
 دلدل سے نکالا جائے۔ ان عظیم شخصیات میں سے نبی آخر الزماں حضرت محمد
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو خصوصاً رحمتہ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ اللہ رب العز
 نے اپنی مجبور و مقهور مخلوق کی مجبور یوں اور مقهور یوں کا تادم زیست مداوا کر
 دیا۔ سرگروہ انبیاء و مرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو
 مبعوث فرمایا۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ
 مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ ۹/۱۲۹
 اس نبی رحمت نے دنیا کے سامنے دامنِ کرم و رحمت پھلایا۔ جاں بلب
 مریضوں پر مسیحا مرت کا جام لے کر آکھڑا ہوا اور تختیں کرنے لگا کہ ایک گھونٹ
 حلق سے اتار لو صحت یاب ہو جاؤ گے۔

اس کے علاوہ حکیموں، ویدوں اور ڈاکٹروں کی تمار جاعتوں کو بشمار
 صلاحیتوں سے نواز کر اپنے بیمار اور پریشان حال بندوں کے علاج معالجہ کے
 لئے ہر شے کی حکمتوں کی تہہ تک پہنچنے کی گہرائی و گیرائی عطا فرمائی۔ پھر ان عوارض
 و مصائب کی تکالیف کو کم کرنے کے لئے اس نے ان گنت نعمتیں پیدا فرما کر
 اپنے بندوں پر اپنے پیار و محبت کا اظہار فرمایا۔ انسانی زندگی کو اس انداز سے
 دیکھا جائے تو اللہ کی رحمتوں کی فراوانی نظر آتی ہے۔ ان آثار رحمت کی فراوانی
 کے پیش نظر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ قہر و غضب کے اظہار کی بجائے
 اپنے بندوں پر رحمت و شفقت فرما کر اپنی شانِ کرمی کو قائم فرماتا ہے۔

إِنِّ رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق خصوصاً حضرات ابنِ آدم اللہ تعالیٰ کے
 پیار و محبت کے ساتیوں میں رہتے ہیں۔ تاہم اولادِ آدم میں اُسے وہ طبقہ بہت

ہی پسند ہے جو اس کے دینِ اسلام پر قائم رہ کر اس کی آستانِ الوہیت پر سرِ نیاز
 تسلیم کرتا ہے۔ جو طبقہ انبیاء و مرسل کی ہدایات کی روشنی میں زندگی کی تاریک
 راہوں کو منور کرتا ہے اور خدائے ذوالجلال کی رضا و خوشنودی کے لئے سرِ تسلیم
 خم کرتا ہے۔ اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام کے اس طبقہ میں سے اس کے محبوب
 سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التَّحیۃ و التَّسَامیٰ کی امت اپنی نیاز مندی
 کی وجہ سے اُسے خصوصاً محبوب رہی ہے۔ اس نے اس امت کے ایمان، اعمال اور
 تسلیم و رضا کے کارناموں کی ہمیشہ تعریف کی ہے۔ ان کی جانبازیوں کو سراہا
 ہے۔ ان کے اتباع رسول کے جذبہ کی قدر کی ہے۔ انہیں اقوامِ عالم میں برتر
 اَنْتُمْ اَلْاَعْلَوْنَ کہہ کر ممتاز بنایا ہے۔ پھر اس امت پر اپنی رحمتوں اور
 شفقتوں کا اظہار جس شان سے ظہور فرمایا، اس کی مثال اقوامِ عالم کے دوسرے
 طبقوں میں بہت کم ملتی ہے۔ اس کے محبوب کی امت کا ایک ایک فرد اس
 کی رحمت و مغفرت کے دامن میں ہے۔ اس کے حبیب کے نام لیوا دنیا و آخرت
 میں اس کی محبت و شفقت کے انعام یافتہ ہیں۔ اس امت مغفورہ پر اپنی
 رحمت اور بخشش جاری رکھنے کے لئے اپنے حبیب کی امت کے برگزیدہ
 بندوں (اولیاء امت) کو اپنے پسماندہ اور گنہگار بندوں کی نگہداشت کا ضامن
 بنا دیا۔ ان اولیاء امت کی شفقت اور رحمت کے دامن ہمیشہ عام انسانوں
 کیلئے دراز رکھے اور یہ لوگ اپنی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے مداوا کے لئے
 ان اولیاء اللہ کی کلمات اور خوارق سے استفادہ کرتے آئے ہیں۔ اولیاء
 کا ملین اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایات کے منظر ہیں اور ان کی وساطت
 سے اللہ کے بندوں پر رحمت اور شفقت کی مثالیں بلا خوفِ تردید موجود ہیں۔
 ایسے اولیاء اللہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کے ساتھ ساتھ

جسمانی اور روحانی بیماریوں کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ انھیں تصوف کی اصطلاح میں رجال اللہ (مردانِ خدا) کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے انھیں رِجَالٌ لَا تُلْفِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ (سورہ نود، ۲۴) کے الفاظ سے تعریف کی ہے۔ یعنی بندگانِ خدا ایسے ہیں جنہیں دنیا کی تجارت اور دوسری مصروفیات اللہ کے ذکر و خدمتِ خلق سے (نماز کے قیام اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتیں۔ ایسے بندگانِ خدا کا وجود حضرت آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک قائم رہا اور ان کی ہزاروں امثال صفحاتِ قرآن میں محفوظ ہیں اور حضور کے زمانہ مقدس سے ترول مسیح تک رہے گا۔ محققینِ رجال نے لکھا ہے کہ قیام کائنات کا دار و مدار بندگانِ الہی رجال اللہ پر ہے یہ امور تکوینی کے انتظام و انصرام پر مامور ہیں۔

غلام جیلانی برق "من کی دنیا میں رقم طراز ہیں (ص ۲۹) ماہرینِ روح کی تازہ تحقیق یہ ہے کہ آواز تو رہی ایک طرف وہاں ارادہ و خیال سے بھی لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ کاسمک ورلڈ میں تین قسم کی روح آباد ہیں۔ جن فرشتے اور مرے ہوئے لوگوں کے اجسام لطیفہ۔ اس مخلوق اور ساکتانِ زمین کے درمیان نامہ و پیام یا مدد و امداد کا سلسلہ ان کاسمک و ایئر لینز

کی وساطت سے ہوتا ہے۔ ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہونے کے بعد نیاز و گداز میں ڈوب کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ہمارے اندرونی جذبات کی قوت (ایموشنل انرجی) کاسمک ورلڈ میں زبردست لہریں پیدا کرتی ہیں۔ جب یہ لہریں

فیض رساں طاقتوں سے ٹکراتی ہیں تو انہیں بے چین کر دیتی ہیں وہ یا تو خود ہماری مدد کو دوڑتی ہیں اور راستے کی ہر رکاوٹ کو دور کر دیتی ہیں یا خیال کی کوئی لہر وہاں چھوڑتی ہیں جو ہمارے دماغ سے ٹکرا کر ایک ایسی تجویز کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس پر عمل پیرا ہونے سے ہماری تکلیف دور ہو جاتی ہے؛ (ص ۲۹)

یعنی وہ نیک ارواح اور اجسام لطیفہ مخلوقِ خدا کی بے چینی سے بے قرار ہو جاتی ہیں اور وہ ان کے مداوے کے لئے ہر ممکن راستہ اختیار کرتی ہیں جس طرح حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ اس کی مقتضی ہے کہ وہ آفتاب کو نور عطا فرمانا ہے اور اس آفتاب سے سارے عالم کو روشن کرتا ہے اور کائنات ارضی کے لامحدود امور اس روشنی سے طے پاتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے انوار اپنے بندوں پر وارد فرماتا ہے۔ تاکہ نسل انسانی کے مسائل حل ہوں۔

وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمِثْلِ مَا زَاتِهِمْ لَا يُمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۳۹ : ۶۱

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ہر الجھن سے کامیاب بنا کر نکالتا ہے۔ انہیں نہ کوئی دکھتا سکتا ہے اور نہ پریشانی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ
مِثْلَ تِلْكَ ذُنُوبِهِمْ ۲۹ : ۷۰

ہم نیک اور ایمانداروں کے دکھ درد یقیناً دور کر دیں گے ایسے حضرات کے دو طبقے تہابیت ہی منظم طریقہ سے کام کرتے ہیں ان میں ایک طبقہ اولیاء ظاہرین اور دوسرا اولیاء مستورین کہے۔ اولیاء ظاہرین

مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی پر مامور ہیں۔ مگر اولیاءِ مستورین کے سپرد ایسے امور ہیں جو عام انسانوں کی نگاہِ خرد سے مستور ہیں۔ یہ خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ مگر اظہار کی ضرورت سے مستغنی ہوتے ہیں۔ کوئی ان کے کمالات کو تسلیم کرے یا نہ کرے، وہ خدمتِ خلق میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ انہیں علمی دنیا میں رجال الغیب یا مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے۔ لندن کے شہرہ آفاق طبیب اور سکالر ڈاکٹر کانن ام۔ ڈی۔ ڈی۔ پی۔ ام۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ جی۔ ایس روحانیات سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ہندوستان اور تبت کا دورہ کیا اور

اپنے مشاہدات ایک کتاب میں قلمبند کئے۔ یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جنوری ۱۹۳۴ء کے ۳۱ دنوں میں اس کے آٹھ ایڈیشن نکلے۔ وہ اپنی کتاب کے ایک صفحہ پر "مخفی اثر" کے عنوان سے رقم طراز ہیں:-

"تاریخ میں ایسے بے شمار افراد کا ذکر ہے جن کے سامنے ساری کائنات جھکتی تھی اور آج بھی آپ کے ارد گرد ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں آپ "ذی اثر" کہتے ہیں یعنی جن کے سامنے سارا ماحول آداب بجا لاتا ہے۔ جن کی طرف لوگ مہمات میں رجوع کرتے۔ ان سے مشورے لیتے اور معاشرہ میں اپنا لیڈر مانتے ہیں یہ "اثر" کیا ہے؟ یہ ایک مخفی طاقت ہے جو ذہنوں کو اپنے بس میں کر لیتی ہے اور یہ علم دولت، عبادت اور دیگر مختلف قسم کی ریاضتوں سے پیدا ہوتی ہے۔"

اس کے بعد مصنف ایک پروفیسر کا ذکر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

"میں ایک پروفیسر کو عرض سے جانتا ہوں جو عوام کی نگاہ میں ایک

معمولی سا آدمی ہے۔ لیکن دراصل وہ خاص طاقت کا مالک ہے اور عوام کے اڑو حام سے بچنے کے لئے اپنی طاقتوں کی نمائش نہیں کرتا۔ شام کو سینما یا کلب جاتا اور بے تکلفی سے بازاروں میں گھومتا نظر آتا ہے۔ اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کی چمک ہے۔ اس کے کردار میں رحم، توازن اور سکون پایا جاتا ہے۔ ایک صبح مجھے کہنے لگا کیا تم جانتے ہو کہ آدمی ہر رات مر جاتا ہے اور صبح کو پھر زندہ ہوتا ہے۔ موت کیا ہے؟ جسم لطیف کا جسم خاکی سے جدا ہونا، اور وہ چیز ہے جو ہر رات نیند میں واقع ہوتی ہے۔ بالآخر ہم پر ایک ایسی نیند بھی وارد ہوگی جب جسم لطیف جسم خاکی میں واپس نہیں آئے گا اور یہ ہوگی اصل موت۔ اس کے بعد ہم دور دراز خطوں میں ایسے نئے پرانے اجباب سے ملیں گے جو حدود و زمان و مکان سے پرے ایشیا میں رہتے ہیں جہاں ہماری ہزاروں صدیاں ایک لمحہ سے زیادہ نہیں ہونگی۔ یہاں اس دنیا میں بھی ہم ایسی منزل پر پہنچ سکتے ہیں کہ گردشِ روز و شب کا ہم پر کوئی اثر نہ ہو۔ اس وقت میری عمر ایک سو سال سے زیادہ ہے۔ لیکن میں مشکل چالیس سال کا نظر آتا ہوں، میں اس بات کا اشتہار نہیں دیتا تاکہ عوام مجھ پر پل نہ پڑیں۔

تمہیں علم ہے کہ حضرت مسیح نے ابخیر کے ایک درخت کو ایک لمحے میں خشک کر دیا تھا۔ یہ طاقت آج بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آئیے ذرا میکے ساتھ۔

چنانچہ ہم اٹھ کر پائین باغ میں چلے گئے، وہاں اُس نے ایک

پرانے درخت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

تم نے بڑی کامیابی سے زندگی بسر کی۔ بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ

کیا۔ تم نے اپنے سائے میں مجھے برسوں آرام پہنچایا۔ اب تمہارا وقت

ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے فوراً خشک ہو جاؤ۔“

یہ دیکھ کر نیری حیرت کی حد نہ رہی کہ درخت فوراً خشک ہو گیا اور اس کے بعد

آج تک وہاں کوئی پودا نہیں ہوا۔ اس وقت میسر ساتھ کئی اور آدمی بھی تھے

سب نے قریب جا کر درخت چھوا اور اچھی طرح دیکھا بھالا۔ اس میں زندگی کی

کوئی رمق باقی نہ تھی۔ بعض کے پاس کیمرے تھے، انہوں نے تصاویر بھی لیں۔

(بحوالہ من کی دنیا صلا ۱، ص ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹)

ان حقائق سے عیاں ہے کہ مغربی مفکرین بھی رجال الغیب کے وجود کا اقرار

کرتے ہیں لیکن ہمارے دین اسلام میں رجال الغیب سے مراد وہ نقوی شعار

پاک سیرت و پاک صورت نفوس قدسیہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے قدم پر

قدم چل کر عوام کی آنکھوں سے غائب رہتے ہیں۔ نہ وہ پہچانے جاتے ہیں نہ ان

کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کے فیوض و اثرات بہر صورت اللہ کے بندوں

کی اصلاح پر مرتکب رہتے ہیں۔

رجال الغیب پر تحقیق کرنے والوں نے لکھا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی

ہوتے ہیں جو اپنے ٹھکانوں (اماکن و مزارات) میں رہتے ہیں اور مخلوق خدا

ان کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ ان میں ایسے رجال بھی ہوتے ہیں جو تمام عالم میں

پھرتے رہتے ہیں۔ لوگوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ امداد فرماتے ہیں۔ ان کے مسائل

حل کرتے ہیں۔ پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ عوام الناس سے باتیں کرتے ہیں۔

انہیں جواب دیتے ہیں۔ ان کی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ دوسری جگہ جا کر

پہاڑوں، جنگلوں، وادیوں اور صحراؤں، بیابانوں میں بستے ہیں، شہروں، قصبوں، آبادیوں اور عوام الناس کے مصروف مقامات پر رہتے ہیں وہ صفات بشری کے ساتھ صبح و شام زندگی بسر کرتے ہیں۔ مکانوں میں رہنا، شادی بیاہ کرنا، خوشی و غمی کی تقریبات میں شریک ہونا، کھانا پینا، بیمار ہونا، ظاہری اسباب سے علاج کرانا، اولاد، اسباب، اموال و املاک رکھتے ہیں۔ لوگ ان سے حسد بھی کرتے ہیں، محبت بھی۔ بعض لوگوں کی دشمنی کا بھی شکار ہوتے ہیں اور ایذا بھی برداشت کرتے ہیں۔ مگر بعض لوگ ان پر جان تک تیار کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم پر وہ اپنے کمالات و احوال کو پوشیدہ اور مستور رکھتے ہیں۔ ان کے کمالات باطنی اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اُولَیِّیَ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ (یہ میرے محبوب اولیاء ہیں جو ہر وقت میری نگاہ لطف سے رہتے ہیں اور میرے سوا کوئی انہیں پہچان بھی نہیں سکتا) محققین نے ایسے حضرات کو بارہ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

"اقطاب، غوث، امامان، اوتاد، ابدال، اختیار، ابرار، نقباء
نجباء، عمد، مکتوبان اور مقردان"۔

ان حضرات کے مختلف مراتب و مناصب ہوتے ہیں۔ اللہ کے پوشیدہ نظام میں ان کی ترقی، تبدیلی، ذمہ داریاں، درجات، مقامات، اختیارات اور اوقات کار میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔ علوم روحانیات کی کتابوں میں ان کی تعداد ان کے مقامات اور ان کے فرائض کی تفصیلات ملتی ہیں۔ ان حضرات کے احکامات، کائنات ارضی میں بڑی بڑی رونما ہونے والی تبدیلیوں پر نافذ ہوتے ہیں۔ زلزلے، طوفان، اقتدار کی جنگیں، قوموں کے عروج و زوال، بیماریاں و بائیں، عدل و انصاف کی بارگاہیں، ظلم و تشدد کی داستانیں انہیں کے احکام

کے زیر اثر ہیں۔ مگر ان تمام امور میں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کی رضا اور احکام کے نفاذ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی ایک لمحہ زندگی رضا الہی اور منشاء ایزدی کے خلاف نہیں ہوتا اور ان کا اقدام اس کی رضا کے برعکس نہیں اٹھتا۔ لوگ انہیں مختلف القاب اور اسماء سے یاد کرتے ہیں۔ قطب، غوث، ولی اللہ، اوتاد، رجال، افراد اور قلندر انہی حضرات کے مختلف نام ہیں۔ شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

قلندر مطلع النوار شاہی	قلندر پر نور الہی
قلندر در بحر اشنائی	قلندر امام کبریائی
قلندر نور شمع ذوالجلالی	قلندر موج بحر لایزالی
قلندر قطرہ دریائے عشق است	قلندر ذرہ صحرائے عشق است

شاعر مشرق حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے انہی حضرات کے مقامات سے واقف ہو کر فرمایا تھا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

یدِ بیضیائے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

ایمان و ایقان کی یہ کیفیتیں شب خیزی اور نگاہِ شیخ سے پیدا ہوتی ہے۔

کس قدر بد نصیب ہیں۔ وہ لوگ جو قوت و عظمت کے اس سرچشمہ سے بے خبر ہیں۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ

وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا

لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (۱۹: ۳۹)

کیا وہ شخص جو رات کو قیام و سجد کی حالت میں اللہ کو بلاتا، پاداشِ اعمال سے ڈرتا اور

رحمت الہی کی امید رکھتا ہے اور وہ شخص جو ان صفات سے محروم ہے، برابر ہو سکتے ہیں؟

اے رسول! انہیں کہہ دو کہ اربابِ علم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے یہ تباہی دانشمندی کیلئے بیان ہوئی ہیں۔
 علم ایک ایسی طاقت ہے جو کائنات کو مسخر کر سکتی ہے اور عبادت وہ
 توانائی ہے جو حدودِ زمان و مکان کو توڑ کر ہمیں رب کائنات کے جوار میں
 پہنچا سکتی ہے۔ اس سے دل مسخر ہوتے ہیں۔ اسرارِ غیب نظر آتے ہیں اور
 کائنات کی وسعتیں سمٹ جاتی ہیں۔ علم سے دماغ کو اور عبادت سے روح کو
 نور عطا ہوتا ہے۔ فرشتوں پر انسان کی قوتِ برتری علم کی وجہ سے تھی۔ مگر انسانوں
 پر انسان کی برتری عبادت اور تقویٰ کی وجہ سے ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
 اَتْقٰىكُمْ اَجْرَاتِ اَمْ فِي سَبَبٍ سِوَاِ ذٰلِكَ جُو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔
 ایک طالب علم امام و کیع کے ہاں گیا اور عرض کی۔

شَكَوْتُ اِلَيْكَ وَ كَيْفَ سَوِّءَ حِفْظِيْ
 لَانَ اَلْعِلْمَ لَوْرُوْ، مَنْ اَلِ
 فَاَوْصَانِيْ فِيْ اِلَى تَرَكَ الْمَعَاصِيْ
 وَ نُورِ اللّٰهِ لَا يُعْطَى اِلْعَاصِيْ

یعنی میں نے امام و کیع کے سامنے نسیان کی شکایت کی تو فرمانے لگے کہ گناہ
 چھوڑ دو۔ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے۔ جو گناہ گار کو نہیں ملتا۔

یہی وہ صاحبِ علم اور تقویٰ حضرات اس ظاہری حیات اور بعد از حیات
 بھی کائناتِ اثیر پر اثر رکھتے ہیں اور مخلوقِ خدا کے کرب اور دکھ میں ان کے
 معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ہم پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں پیروانِ رسول
 کی مدد ملائکہ سے کی تھی اور جنگِ احزاب میں طوفانِ باد و بارانِ آسمانی و
 تواریخ میں غیبی امداد کی حکایات اس کثرت سے درج ہیں کہ انہیں شمار کرنا مشکل
 ہے۔ ہمارے اولیاء کے تذکرے اس قسم کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں
 اہل ایمان ان تمام واقعات کو من و عن تسلیم کرتے ہیں اور اس حقیقت پر ایمان
 رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشکل اوقات میں کبھی مخفی طاقتیں بھیج کر اپنے بندوں کی

مدد کرتا ہے۔ لیکن جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان کو ضعیف العقیدہ لوگوں کی تخلیق سمجھتا ہے اور ان حکایات کو توہمات سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہ طبقہ اسی بات کو صحیح سمجھتا ہے جو کسی انگریز یا امریکی کے منہ سے نکلے ہوں۔ ان حضرات کی تسکین کے لئے دو واقعات ایسے درج کئے جاتے ہیں جن کے گواہ یورپ کے بڑے بڑے پروفیسرز، ڈاکٹرز اور اہل قلم ہیں۔

آرٹی، آرای وی، سی وی، ڈبلیو بیڈ پیٹر کی ایک INVISIBLE HELPERS جو ۱۹۲۸ء میں مدراس کے ایک ادارے نے شائع کی۔ اس میں خفیہ مدد کی کہانیاں خاصی تعداد میں درج ہیں ان میں ایک حیات ظاہری سے متعلق نقل کی جاتی ہیں اور دوسری حکایت حیات بعد الموت نذر قارئین ہے۔

۱۔ ایک مرتبہ ایک مکان میں آگ لگ گئی۔ گھر کے تمام آدمی گھبراہٹ میں باہر نکل گئے اور ایک ننھا سا بچہ سوپا ہوا اندر ہی رہ گیا۔ آگ کے شعلے اس قدر خوفناک ہو چکے تھے کہ کسی کو اندر جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ بالآخر ایک آگ بجھاؤ والا سرکاری ملازم بے چین ماں کا اضطراب برداشت نہ کر سکا۔ جان پر کھیل کر اس کمرے میں پہنچا اور بچے کو اٹھا کر صحیح و سالم باہر لے آیا۔ اس ملازم کا بیان ہے کہ جب وہ کمرے میں پہنچا تو اس نے دھوئیں میں ایک سفید لباس والی ہستی کو دیکھا جو بچے پر جھکی ہوئی تھی اور چار پائی کے گرد دھواں تھا اور نہ آگ کی حدت (ص ۱۳، ۱۴)

۲۔ حیات بعد الموت سے متعلق کہانی وہ یوں لکھتا ہے :

کہ امریکہ کا ایک جہاز ایس۔ ایس۔ واٹر ٹاؤن بحرالکاہل میں سفر کر رہا تھا ایک دن اس کے دو ملاح گیس والے کمرے میں پھنس گئے۔ اور وہیں ہلاک ہو گئے۔ ان کی لاشیں سمندر کے حوالے کر دی گئیں۔ لیکن ہر رات جہاز سے

ذرا دوران دو ملاحوں کی صورتیں ایک ماہ تک نظر آتی رہیں۔ کیمرے سے ان کی تصاویر بھی لی گئیں اور یہ تمام تفصیل امریکہ کے ایک میگزین (FORTUNE) کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں شائع ہو چکی ہیں۔ ص ۸۴ بحوالہ من کی دنیا ص ۱۲۲) ہم ان حکایات کو بطور جملہ معترضہ پیش کرتے ہیں ورنہ ہمارا اپنا لٹریچر ایسے واقعات سے مالا مال ہے۔ جہاں اہل نظر نے لوگوں کی مشکلات، مصائب اور امراض کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے فاضل مصنف جناب علامہ عبدالحق ظفر چشتی صاحب مدظلہ، العالی اپنی زیر نظر کتاب "جسمانی بیماریوں کے روحانی شفاخانے" میں ایسے خرقہ پوشوں، قلندروں اور خاکساران جہاں کے شفاخانوں پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان روحانی شفاخانوں میں جسمانی عوارض اور مصائب کی بنیاد صرف ان ہزاروں کتابی کرامات اور خوارق پر نہیں ہے، جو صدیوں سے ہمارے مطالعے میں آرہی ہیں۔ بلکہ وہ اپنے ملک عزیز میں اپنے ہی گرو پیش کے ان مقامات کو میان کرتے گئے ہیں اور انہوں نے گرو پیش کے ان مقامات مقدسہ کی نشاندہی کی ہے۔ جہاں انہوں نے بذات خود حاضر ہو کر حالات کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان روحانی مراکز سے شفا یاب ہونے والے حضرات کو ملے۔ ان کے مصائب، تکالیف اور بیماریوں کی تفصیلات اٹھی گئیں۔ ان امراض کی شفا یابی کے لئے مریضوں نے کہاں کہاں جسمانی شفاخانوں پر جا کر جیس سانی کی اور پھر کس طرح کسی "روحانی شفاخانے" کی نشاندہی ہوئی۔ شفا کا حصول کیسے ہوا۔ ان تجربات کو قلمبند کیا اور ایک عینی گواہ کی حیثیت سے ایسے واقعات کو درطہ تحریر میں لائے ہیں۔ یہ کتاب سنی سنائی کرامتوں داستانوں، کہانیوں اور واقعات کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ تجربات کا سفر ہے۔ بلکہ مصیبت زدہ انسانوں کی شفا یابی کی شہادتوں پر مشتمل ہے۔ فاضل مؤلف

کا یہ منفرد انداز تحقیق اتنا مقبول اور پختہ ہے کہ پاکستان میں پھیلے ہوئے رجنوں مقامات کی نشاندہی کر دی ہے۔ جہاں آج بھی ہزاروں بیمار اور مصیبت زدہ لوگ شفا یاب ہو کر زندگی کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

فاضل مؤلف کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے مشاہدات میں اتنی پختگی ہے کہ جسے ان شفا خانوں کی کارکردگی پر شک و شبہ ہو۔ وہ فرصت اول میں ان مقامات پر پہنچ کر تصدیق و تحقیق اور تائید کر سکتا ہے۔

فاضل مصنف نے جن شفا خانوں کی نشاندہی کی ہے وہ اللہ کی مخلوق پر رحمتِ خداوندی کے مظہر ہیں۔ وہ اللہ کی مخلوق کی تکلیفوں کے ازالے کی

تجربہ گاہ ہیں۔ وہ رجال الغیب کے خدا داد فیوض کے مراکز ہیں۔ وہ اللہ کے بندوں پر اللہ کی رحمت و شفقت کے اُبلتے ہوئے چشمے ہیں۔ یہ چشمے ہمارے ہی قرب و جوار میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے عوام الناس کو سیراب کر

رہے ہیں۔ اگرچہ فاضل مؤلف کا یہ یقین بعض سست عقائد حضرات کے لئے وجہ بحث بن سکتا ہے۔ مگر ہم فاضل مؤلف کی اس دلیل کو نہایت قومی خیال کرتے ہیں کہ دکھ درد کی ماری ہوئی مخلوق مختلف بیماریوں کی کچلی ہوئی انسانیت، بیماریوں سے نڈھال بزرگ، نوجوان بچے اور عورتیں اگر

اپنے علاج کے لئے ہسپتالوں، شفا خانوں، لیبارٹریوں اور علاج گاہوں میں پہنچنے کے بعد بعض شفا یاب، بعض مایوس اور بعض راہی ملک بقا ہونے کو حیرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تو ان جسمانی امراض کے روحانی

شفا خانوں (جہاں سبیکرٹوں نہیں ہزاروں بیمار اور مایوس انسان صحتیاب ہوتے ہیں) تک پہنچ کر تصدیق کرنے سے کیوں دامن بچاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ انسانی صحت کے مختلف مراکز مغربی حکمت کے ہسپتال یا

مشرقی اطباء کے شفا خانے جو انسانی خدمت میں مصروف ہیں۔ بیکار ہیں ان کی کامیابیاں اور بعض حالات میں تا کامیاب تسلیم شدہ امر ہیں تو پھر ان روحانی شفا خانوں کے کم و زوں افسردہ کے کامیاب تجربہ پر کس دلیل سے ناک چڑھایا جاتا ہے۔

اس مادی دور میں فاضل مولف کی جسمانی عوارض کے روحانی شفا خانوں کی نشاندہی ایک قابل قدر لیسرچ و تحقیق ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اس مختصر تحقیقی کتاب کو بنیاد بنا کر کئی ارباب قلم آگے بڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

میں نے ایک دیرینہ رفیق حضرت علامہ مولانا بشیر احمد صاحب فاضل فیضی ہیں۔ آج سے کوئی پانچ سال پہلے جب "روحانی شفاخانے" کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں نے ان کی اہلیہ کی خیریت دریافت کی تو انہوں نے حیرت انگیز واقعات سنائے۔

میں نے کہا مولانا آپ عالم فاضل ہیں، پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ اور جہانگیر ہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ لیکن چونکہ حقیقت تھی۔ سورج طلوع ہو چکا تھا۔ اس لئے انکار ممکن نہ تھا۔

آج میں نے "روحانی شفاخانے" کے لئے سب سے پہلے انہی کا انتخاب کیا ہے۔

تعارف

حضرت علامہ بشیر احمد فاضل صاحب

خطیب اعلیٰ (صوبہ اریحیر) ای۔ ایس۔ ڈی۔ مکان ۳۹ ایم۔ ای۔ ایس۔ کالونی لاہور کنیٹ
 مولانا موصوف میسر دی ریٹہ کرم فرما اور رفیق ہیں۔ ان سے راقم الحروف کی
 ۱۹۵۸ء سے شناسائی ہے۔ مولوی فاضل ہیں۔ درسِ نظامی کے سند یافتہ ہیں۔ سُنی
 حنفی بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت نیک، ممتقی، خوش پوش
 اور خوش باش شخصیت کے حامل ہیں۔ ۱۹۸۶ء میں میاں بیوی زیارتِ حرمین شریفین
 سے باریاب ہو کر آئے ہیں۔ میری درخواست پر کمال کرم فرمایا۔ انٹرویو کے لئے
 ۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء بروز پیر ۵ بجے شام کا وقت عطا فرمایا۔ دولت خانہ پر سوالات
 کے جوابات میں آپ نے جو کچھ فرمایا، میں نے پوری امانت کے ساتھ صفحاتِ قرطاس
 پر لکھ دیا ہے۔ انٹرویو دوبارہ سنا کر اور تصدیق کرانے کے بعد شاملِ اشاعت ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ بِالصَّوَابِ

مولانا صاحب رضائے الہی سے ۸ جنوری ۱۹۸۸ء کو وصال فرما گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

انسٹرویلو!

حضرت مولانا بشیر احمد فیضی صاحب فرمانے لگے ،

چشتی صاحب ارٹھی ۱۹۶۰ء میں میری شادی ہوئی۔ خوبطینت اور خوبسیرت اہلیہ کے گھر آنے سے گھر میں بہار آگئی۔ میرا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔ لیکن یہ لمحات مسرت کسی کی منظر کشکار ہو گئے۔ نہ جانے کیا ہوا، تین ماہ بعد ہی میری اہلیہ دردِ سراور بخار کشکار ہو گئی۔ اہل خانہ نے سوچا۔ کوئی نسوانی تکلیف ہوگی۔ گھر کی بڑی بوڑھی عورتوں نے علاج معالجہ اور ٹونے ٹوٹکے شروع کر دیے۔ جب افاقہ نہ ہو تو ویدوں اور ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کیا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ دوا ایک روتہ افاقہ ہوتا لیکن پھر وہی تکلیف شروع ہو جاتی۔ جتنے متہ اتنی یا تیس۔ کوئی کہتا نظر کھا گئی ہے۔ مولوی صاحب سے دم کراؤ۔ دم درد سے آرام نہ ہوتا تو کہتے کسی نے جادو کر دیا ہے۔ فلاں شاہ جی سے تعویذ گنڈا کر دایا جائے۔ بس پھر یہ سلسلہ زلفتِ محبوب بلکہ شبِ ہجران کی طرح دراز ہوتا چلا گیا۔ میری اہلیہ مسلسل ایک کرب کشکار ہو گئی۔ بلکہ اہل خانہ کے لئے اُس کا دردِ دسربن گیا۔ دردِ سر سے بات آگے بڑھی اور ماہواری و قرارِ حمل تک جا پہنچی۔ نہ ماہواری میں تسلسل رہا، اور نہ قرارِ حمل ہوا۔ دوا ایک ماد محسوس ہوتا کہ حمل کھٹ گیا ہے۔ لیکن اچانک ایسی بلیڈنگ ہوتی کہ الامان والحفیظ۔

محترم! آرام کی دیوی ہم سے روٹھ گئی۔ نہ نیند نیتا نہ چین رہا۔ نہ جانے کہاں کہاں لئے پھری جتنجوئے سکون۔ اعوان شریف کے خلفاء میں سے سید خادم حسین

شاہ بخاری جن کی قیام گاہ حضرت نبی پاک دامن کے قریب محمد نگر گڑھی شاہو
 میں ہے۔ خوب عامل ہیں۔ اُن کے ہاں مسلسل چھ سات سال ہر جمعرات کو حاضری
 دی۔ دوا دارو کے ساتھ ساتھ تعویذ گنڈا بھی چلتا رہا۔ لیکن آرام نصیب نہ تھا
 نہ ہوا۔ آزاد کشمیر بھمبر میں ایک حکیم صاحب کا کسی نے بتایا، اور دیوانے وہاں چل دیے
 کئی چکر لگائے۔ جب وہاں سے سکون نہ ملا تو چکرا کے رک گئے۔ آستانہ عباسیہ
 اعوان شریف گجرات بھی کئی بار حاضری دی۔ سچا سودا میں ایک عورت جنوں
 کی عامل ہیں اُن کے ہاں بھی جاتے رہے۔ حجرہ شاہ مقیم، پل آسلہ، سرگودھا اور
 داتا علی، تجوری علیہ الرحمہ۔ غرض نہ جانے کہاں کہاں پھرتے رہے۔ اس دوران
 کہیں کہیں افاقہ ہوتا رہا۔ بحمد اللہ میسر ہاں ایک بچی اور تین بچے ہیں جو صحت حال
 حیات ہیں۔ لیکن تکلیف سے افاقہ نہ ہوتا کہ ہم آرام سے بیٹھ جاتے۔ اس کے
 ساتھ ساتھ ہسپتالوں کے چکر بھی کاٹے۔ سی ایم ایچ میں دو آپریشن ہوئے۔ ایک
 رسولی کا ایک پتے کا۔ آپریشن دونوں کامیاب ہوئے۔ لیکن پتے کے آپریشن میں
 کوئی چیز نہ نکلی۔ ڈاکٹر حیران تھے کہ یہ کیا ہوا۔ جبکہ پتے کے ایکسے میں پتھر
 صاف معلوم دے رہی تھیں۔ بہر حال آپریشن کے بعد ٹانگے لگا دیے گئے۔ لیکن
 ٹانگے مندمل نہ ہوئے۔ ڈاکٹر جدید ٹیکنالوجی آتا چکے۔ ایڑی چوٹی کا زور لگا بیٹھے
 حتیٰ کہ سر جیکل کے سپیشلسٹ بریکڈیٹریکار لٹھے۔ مولانا اب تو کسی اللہ والے
 سے دعا کرتے ہیں۔ اسی دوران میری اہلیہ مسلسل ادویات، انجکشنز، دوا دارو اور
 ٹونے ٹوٹکے اور آپریشنز سے دماغی توازن کھو بیٹھی۔ میوہسپتال میں زیر علاج رہی۔
 ماہر امراض دماغی جناب ڈاکٹر رشید صاحب سے پرائیویٹ علاج کروانے لے رہے
 اور کچھ آرام نصیب ہوا۔

جناب! یہ کہانی سال دو سال کی نہیں بلکہ مسلسل اٹھارہ سال کے طویل و کربناک

عرصہ کی ہے۔ اب تو یہ حالت ہو گئی۔ کہ میری رفیقہ حیات کے لئے اٹھ کر بیٹھنا ناممکن ہو گیا۔ دو چار گھونٹ چائے کے سوا کچھ کھانا پینا ہی بھول گئی۔ خدائے ذوالکرم والا احسان کے حضور دست بدعا رہتا کہ اسے کرم گستریا لک، امیکر حال پر رحم فرما!

بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتا ہے
گلوں کے داغ دھونے کو سحاب آیا ہی کرتا ہے

منزل کا تفسیر

سی۔ ایم۔ ایچ لاہور میں داخلے کے دوران ایک مشہور زمانہ فن کار اور سنگر عالم لوہار مرحوم کی بیٹی کینسر کی مریضہ نے میری اہلیہ کو بتایا کہ حیدرآباد اور ٹھٹھہ کے قریب ایک مزار ہے حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ کا۔ وہاں ہر مرض کا علاج ہوتا ہے اس دروازے پر جانے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ پوچھا پھر تم وہاں کیوں نہیں گئیں۔ ملٹری ہسپتال لاہور میں کیوں آ رہی ہو کہنے لگی۔ میرے شوہر ملٹری آفیسر ہیں انہیں چھٹی نہیں ملتی۔ ان کے اصرار اور تعجیل نے مجبور کر دیا، اور صاحب مزار کی اجازت کے بغیر آ گئی۔ ویسے مجھے بھی وہاں سے آرام آ گیا تھا۔ لیکن چونکہ بغیر اجازت کے آ گئی ہوں اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ صاحب مزار ناراض ہو گئے ہیں۔ اس لئے شاید اب ٹھیک بھی نہ ہو سکوں اور وہی ہوا۔ چند دنوں بعد وہ ہسپتال میں ہی انتقال کر گئی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

عالم لوہار کی بیٹی تعلیم یافتہ تھی اور صاحب ثروت گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی گفتگو میں ٹھہراؤ، متانت و سنجیدگی اور یقین کی اتنی گہرائی تھی کہ ہمیں شاہ یقین کے مزار کی جستجو ہونے لگی۔ لیکن یہ فکر دامن گیر رہتی کہ وہ مریض جو سٹریچر کے بغیر ادھر ادھر لے جایا ہی نہیں جاسکتا۔ سینکڑوں میل کی مسافت کیسے طے کر سکے گا۔

لیکن طلب کی اشتہا اپنے عروج پر تھی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے بس یہ بات دل میں سماگئی۔ شاید وہاں سے آرام و سکون کی خیرات مل جائے۔

منزل کی طرف سفر

دفتر سے میں نے پندرہ روز کی چھٹی لی۔ حیدرآباد کے لئے سیٹیں ریزرو کر لیں اور چل دیئے۔ گاڑی میں بیٹھے ہی محسوس ہوا کہ حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف شروع ہو گیا ہے۔ بے بسی میں رنج و غم نے مجھ کو بہکا یا بہت اک تصرف آپ کا ایسے میں کام آیا بہت

مولانا حیرت انگیز بات، میری اہلیہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں؟ یہ کیا؟ اس سے بڑھ کر حیرت یہ کہ ہر دس منٹ کے بعد دوا کا سہارا لینے والا مریض، دوا سے یکسر بے نیاز ہو گیا اور لاہور سے حیدرآباد تک کوئی دوا استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور حیدرآباد اسٹیشن پر میری اہلیہ نے کیلے دیکھے اور طلب کئے پھر مسلسل کھاتی چلی گئی، اور چھ کیلے کھا گئی اور مضم بھی کر گئی۔ یہ کیفیت ہمارے لئے خوش کن ہونے کے ساتھ ساتھ حیران کن بھی تھی کہ کہاں برسوں سے کبھی کسی چیز کی اشتہا پیدا نہیں ہوئی اگر ہوئی تو کھانہ سکی۔ کھا گئی تو وبال جان بن گئی۔ لیکن یہ کیا؟ کہ چھ کیلے مضم کر گئی سبحان اللہ! واہ مولانا تیری شان۔

حیدرآباد سے ٹھٹھ پنچے۔ ٹھٹھ سے چوہڑہ جمالی راستے میں حضرت صاحب کا وہ مزار مقدس جو مرکز شفاء بیماراں، راحت قلب حزیں اور منبع جود و سخا ہے ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔ کراچی سے اسپیشل بسیں سررور بیسیوں کی تعداد میں آتی اور جاتی ہیں۔ یوں محسوس ہوا کہ میدہ لگا ہے لیکن معلوم ہوا کہ یہ روز کا معمول ہے۔ شہری آبادیوں سے دور بلکہ بہت دور۔ آمدورفت اور قیام کا یہ منظر و انقضاء ہمارے لئے حیران کن تھا

جھونپڑیاں اور کئی ایک کچے کوٹھے بنے ہوئے ہیں۔ حسب حال کراہیہ پر حاصل کریں اور غنی کے در پر بستر جمادیں۔ آستانہ عالیہ کے رجسٹر پر اپنا نام درج کروائیں تاکہ شفاخانہ شاہ یفینق میں آپ داخل ہو جائیں اور علاج معالجہ شروع ہو جائے۔

غنی کے در پر بستر جمادیا

ہم نے رجسٹر میں نام لکھوایا۔ کچھ نذرانہ پیش کیا اور ایک کمرہ لے کر رہائش پذیر ہو گئے۔ شاہ صاحب کا حکم ہے کہ ہر مریض حتی الامکان با وضو رہے۔ نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ تہجد کا خصوصاً التزام کرے۔ تہجد ایسے وقت میں پڑھے کہ بعد از تہجد اور قبل از فجر تھوڑی دیر آرام کر سکے۔ آپ کا معمول ہے کہ تہجد اور نماز فجر کے درمیانی آرام کے وقفہ میں خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ جیسا مریض ویسی دوا کسی سے کہہ دیا کہ جاؤ لستی پی لو آرام آجائے گا اور چھٹی۔ کسی کو سیب کھانے کو کہہ دیا۔ لیکن جو مریض پرانے ہوں ان کو وہاں آرام کرنا پڑتا ہے۔ میری بیوی وہاں تین ماہ بیس دن رہی اور میں گاہے گاہے جا کر مل آتا رہا۔

اس عرصہ میں حضرت صاحب نے کئی بار کرم فرمایا۔ کبھی جُبَّوہ و دستار میں، کبھی کلاہ پہنے ہوئے اور گاہ گاہ فوجی وردی میں ملبوس بھی دیکھے گئے۔ آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال ہوگی۔ ڈاڑھی نہیں نکلی۔ البتہ مونچھیں بھر آئی ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک ڈاکٹر صاحب بھی ہونے ہیں۔ انجکشن دیتے ہیں۔ کبھی کمزوری کے، کبھی مرض کے۔ ہر دو انجکشنوں کے نشانات صبح علیحدہ علیحدہ نظر آتے ہیں۔ اگر آپریشن کریں تو کالے دھاگے جیسے نشان بھی پائے جلتے ہیں۔ آستانہ کے قریب ایک نل سے پانی اور لنگر سے کچھ نہ کچھ ضرور کھانا ہوتا ہے۔ یہی انداز علاج ہے اور اسی طریقہ سے مریض شفا پاتے ہیں۔

معمولاتِ آستانہ

ہر روز بعد از نماز عشاء مزار مبارک کو بلا استیعاب غسل دیا جاتا ہے۔ سنا ہے کہ حضرت صاحب کے مزار کے ساتھ جو مزار ہے وہ اُن ڈاکٹر صاحب کا ہے جو خواب میں آپ کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ اس مزار کو بھی غسل دیا جاتا ہے۔ آپ کے آستانے کے بالکل ساتھ ایک مائی صاحبہ کی بھی قبر ہے جہاں ہر وقت پردہ رہتا ہے اور کوئی مرد اس طرف نہیں جاسکتا۔ وہاں صرف مستورات جاتی ہیں۔ نماز پنجگانہ کے لئے ساتھ ہی ایک مسجد ہے۔ وہاں باقاعدگی کے ساتھ آذان و جماعت ہوتی ہے کوئی خلافِ شرع حرکت نہیں دیکھی گئی۔

تصرفات

آپ کے تصرفات میں سے جہاں ہر قسم کے مریض فیض پاتے ہیں۔ وہاں آستانے کے بازاروں اور دکانداروں پر بھی پورا کنٹرول ہے۔ شہر سے بہت دور اس چھوٹی سی بستی میں دنیا کا ہر میوہ ملتا ہے۔ ہر چیز خالص اور سستی ملتی ہے۔ دکانداروں کا کہنا ہے کہ جو شخص ملاوٹ کرتا ہے۔ حضرت صاحب اس کی خوب خوب خبر لیتے ہیں۔ ایک مریض کو حضرت صاحب کی طرف سے ایک تداک گولے کا اشارہ ہوا۔ تل لگوادیا گیا۔ اس کا پانی بہت کڑوا ہے۔ اس نلکے کا پانی کینسر اور ٹی بی کے مریضوں کے لئے شفاء کلی کا ضامن ہے۔ ط

گر تجھ کو یہ باور نہیں تو خود بھی کر کر دیکھ لے

رخصت مریض کے تندرست ہونے پر خواب میں حسب معمول اجازت عطا فرماتے ہیں اگر کسی اشارے کی سمجھ نہ آئے تو وہاں چند ایک ایسے حضرات صاحب

علم و تقویٰ موجود ہیں جو خواب کی تعبیر ارشاد فرمادیتے ہیں اور مریض اس تعبیر کی روشنی میں اپنی راہ متعین کرتا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ میری اہلیہ کو حضرت صاحب نے خواب میں مرض کی ابتدا سے انتہا تک ایک فلم کی طرح سب کچھ دکھا دیا۔ جنہوں نے جادو کیا جس طرح کیا۔ جس سے کروایا۔ وہ سب کچھ خواب میں دکھا دیا گیا۔ لیکن اس کمین گاہ پر نظر پڑتے ہی، کچھ اپنے اہل کرم سے آنکھیں چار ہو گئیں۔ اس لئے ان کے نام کے اظہار کی ضرورت نہیں، ہمیں آرام سے غرض تھی۔ وہ پوری ہوئی۔ اُن تیر چلانے والوں کیلئے دعا گو ہیں۔

میسرے پوچھنے پر فرمایا کہ میری اہلیہ اب بالکل تندرست و صحت مند ہیں۔ ادویات کا وہ تھیلہ جو ہم ساتھ لے گئے تھے، وہیں پھینک آئے ہیں۔ اس کے بعد کبھی کسی دوا کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ سی ایم۔ ایچ لاہور کے پتے کے آپریشن میں جو پتھریاں نہیں نکلی تھیں۔ وہ وہاں مزہ کے راستے سات کنکریاں نکال دی گئیں۔ اب گھر کا ہر کام کاج خود کرتی ہیں۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب اکثر خواب میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اب چونکہ گھر میں آکر ان معمولات (با وضو رہنا، نماز کی پابندی، تہجد کے التزام) کا اہتمام نہیں رہا، اس لئے اُن کے آنے جانے میں تاخیر ہونے لگی ہے۔ ہم ہر سال وہاں آتے ہیں پر حاضری دیتے ہیں اور وہاں سے ہم دنیا کی طرح اب بھی فیض پاتے ہیں۔

حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی آپ کا اسم گرامی سید یقین ہے۔ سید شریف الدین بخاری کے صاحبزادے ہیں اور سید عبداللہ شاہ بخاری اور بیچ شریف کے پوتے ہیں۔ آٹھویں پشت میں صحیح النسب حسینی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

سید یقین بخاری بن سید شریف الدین بن سید عبداللہ بن سلسلہ نسب سید عبدالحمید بن سید عبدالحمید بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن سید حضرت امام محمد تقی بن سید امام موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت جعفر صادق بن حضرت امام موسیٰ محمد باقر بن سید زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ولادت باسعادت۔ آپ کی ولادت باسعادت نویں صدی ہجری ۵۸۳ھ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد ماجد سید شریف الدین بخاری اور آپ کے بڑے بھائی حضرت سید عبداللہ شاہ جلالی بخاری المعروف ملکن شاہ رحمۃ اللہ علیہما نے فرمائی۔ مشہور ہے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپ بچپن ہی سے تقویٰ اور پرہیزگاری کا مظہر تھے۔ تلاش حق کی جستجو اور جذبہ صغریٰ ہی میں ودیعت ہو چکا تھا۔ ولایت تو آپ کی موروثی تھی۔ چھوٹی عمر ہونے کے باوجود آپ نے بڑے مجاہدے کئے اور منازل سلوک طے کیں حتیٰ کہ ہندوستان کی

سرزمن کو بھی اپنے اپنے قدمِ میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔

سات سال کے عرصہ میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے اور چھ ماہ بعد سندھ میں آمد والدہ ماجدہ بھی پردہ فرما گئیں جس کے بعد آپ کے پانچویں بھائی حضرت سلیمان شاہ بخاری نے آپ کو اپنے مریدوں کے ایک قافلے کے حوالے کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ آپ کو بچاقت حضرت سید عبداللہ شاہ بخاری جلالی بابا کے پاس پہنچا دیں حضرت جلالی بابا آپ کے بڑے بھائی تھے جو اپنے والد مکرم کے حکم سے پہلے ہی تبلیغ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اوج شریف سے ٹھٹھ اور وہاں سے ۳۵ میل دور چوہڑ جالی میں ایک ویران و بیابان مقام پر اپنا مستقر بنا چکے تھے یہیں آپ نے مستقل ہائش اختیار کر لی تھی۔ آپ کے ورود مسعود کی وجہ سے اس سرزمین کو حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سرزمین میں قدم رکھا تو آپ کی عمر اس وقت سات سال تھی یہاں آپ نے بارہ سال کی عمر تک دینی علوم کی تکمیل فرمائی۔ پھر مجاہدات و ریاضت کا آغاز ہوتا ہے۔

سید علی ہجویری کے آستانے پر حاضری

سب سے پہلا مجاہدہ آپ نے جس مزار مقدس پر فرمایا، وہ برصغیر کی مشہور شخصیت جو ناقصاں را پیر کامل کا ملاں را راہنما ہے یعنی حضرت سید علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ مبارک ہے۔ تین سال تک آپ یہاں چلکشی رہے۔ جب آپ آستان فیض بار سے واپس ہوئے تو سرتاپا مجسد شفاء بن چکے تھے جس پر بھی آپ کی نظر پڑتی فوراً شفا یاب ہو جاتا۔

داتا سیکر در پر تو پلتے ہیں دو عالم
ہم سے تو اک بچہ بھی پالا نہیں جاتا

دستِ شفا

جب دستِ شفا کی شہرت بڑھی تو دُور دراز کے علاقوں سے مخلوقِ خدا جوق در جوق آنے لگی۔ آپ کا ایک ذاتی باغ تھا جس میں کئی قسم کے پھل ہوتے۔ آپ کی عدم موجودگی میں جو بھی آپ کے در اقدس پر آتا آپ کے باغ کا پھل کھاتا اور صحت یاب ہو جاتا۔ یتیموں بے نواؤں، یرواؤں اور مظلوموں کی امداد کرتا آپ کا شیوہ تھا۔ پوری زندگی دکھی انسانیت کی خدمت میں گزری۔ حتیٰ کہ زندگی کی آخری سانس بھی ایک مظلوم دکھیا خاتون کی مدد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

شادی سے شہادت تک

۸۵۵ھ کا زمانہ ہے اور غالباً ماہِ جمادی الاول کا نوچندی ہفتہ ہے۔ رات کا وقت ہے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ دوہا بنے بیٹھے ہیں۔ رسمِ نکاح ادا کی جانے والی ہے۔ آپ کی دلہن ہونے کا اعزاز حضرت میوں عثمان قدس سرہ کی صاحبزادی کو ملنے والا ہے۔ اسی اثنا میں قریب کے گاؤں کی ایک بیوہ خاتون چنجی چلائی اور روتی ہوئی آتی ہے، اور فریاد کرتی ہے کہ ہے کوئی جو میرے لختِ جگر اور جان سے عزیز تر بیٹے کو ڈاکوؤں کی گرفت سے آزاد کرائے جنہوں نے سارے گاؤں کو لوٹ کر مزید رقم ہتھیانے کے لئے میرے بیٹے کو یرغمال بنا لیا ہے۔ میری امداد کو پہنچو، اور دکھی کی دعائیں لو۔

آج غسلِ الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی سنت و رسم کو ایک بار پھر زندہ کرنے کے لئے خاندانِ نبوت کے ایک چشم و چراغ حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ انسانیت کی پکار سن کر اٹھتے ہیں اور بڑھیا کی امداد کو آگے بڑھتے ہیں۔ آپ اُس گاؤں پہنچے

جہاں ڈاکو ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ وہ آپ کی آمد کی خبر سن کر خوفزدہ ہو گئے۔ لوگ آپ کو مستجاب الدعوات سمجھتے تھے۔ یعنی آپ مشہور تھے کہ آپ جو دعا بھی اپنے پیارے خالق دمالک سے مانگتے ہیں۔ رب ذوالکرم والا احسان اس کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔ اس لئے انہوں نے خیال کیا۔ اگر آپ نے بددعا کر دی تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ کیوں نہ آپ کو آپ کے دعا کرنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا جائے۔ نتیجہً انہوں نے گھبرا ڈال لیا، اور آپ کو رسم شبیری ادا کرتے کرتے شہید کر دیا، آپ کا سرتن سے جدا ہو کر بھی کلمہ شہادت الہی رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھتے ہی راہزنوں کے خود اپنے دلوں پر ڈاکہ پڑ گیا۔ اور وہ سب کے سب نقد دل کا نذرانہ دے بیٹھے۔ وہ اور ان کی ساری بستی اپنے وجود ہندویت کو قتل کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند آں پاک باز و پاک طینت را
اپنے دامن کو کیا خون سے تر پھولوں نے
اک میرا دامن کا نٹوں سے بچانے کے لئے

مزار شریف

آپ کا مزار فیض آثار ضلع "ٹھٹہ" سے قریباً ۶۰ کلومیٹر دور موضع "چوہڑ جہالی" اور موضع "لاڈیاں" کے درمیان ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ صدیوں سے یہ مزار فیض بار ہے، جو بھی آیا عالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ خصوصاً امراض جسمانی کے لئے تو کافی و شافی اور وافی شفا خانہ ہے۔ ہزاروں لا علاج اور مایوس زمانہ مریض جب اس چوکھٹ پر حاضری دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندے

حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے انہیں مایوسیوں کی اتھواہ گہرائیوں سے نکال کر یقین محکم کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور ان کی ظاہری بیماری کے ساتھ ساتھ روحانی پرورش بھی ان کے عقیدے کی پختگی کی صورت میں فرماتا ہے۔

سرزمین سندھ کے بہت بڑے ادیب محقق، مؤرخ میر شیر علی قانع کھٹھوی اپنی مشہور تصنیف "تحفۃ الکرام" میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ یقین بخاری کے مزار اقدس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی ہوتی ہے اور بیماریوں کے لئے شفا خانہ کرامت ہے۔ یہ مصنف بارہویں صدی ہجری ۱۱۴۰ھ میں تولد ہوئے "مکلی نامہ" مقالات الشعراء "شہرہ آفاق آپ کی تصانیف ہیں۔ اور تاریخ ادب میں ایک مقام رکھتی ہیں۔

"تحفۃ الطاہرین" کے مصنف شیخ محمد اعظم کھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے ص ۱۴۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں :-

"کرامات آں بزرگوار بسیار و بے شمار است اہل امراض یک چلہ زیارت وے مداومت نمایند و از ہر قسم کہ مرض باشد نجات می یابند۔"

یعنی ان بزرگوار کی کرامات بہت زیادہ اور بے شمار ہیں۔ مریض (ایک چلہ پابندی سے آپ کے مزار اقدس کی زیارت کرتے ہیں تو ہر قسم کے مرض سے نجات پاتے ہیں۔

یہ مصنف بارہویں صدی ہجری کے ہیں اور میر شیر علی قانع کے ہم عص ہیں۔ علم ہیئت و تاریخ میں آپ کی کتابیں بڑی مقبول و معروف ہیں۔ راقم الحروف نے خود دو مرتبہ ان کے آستانے پر حاضری دی ہے۔

روحانی و جسمانی بیماریوں کا شفا کے حصول کے لئے ایک جم غفیر ہوتا ہے۔
 ندائم آل گلے خنداں چہ رنگ و بودارد
 کہ در ہرچینے گفتگوئے او دارد

مغرب روحانی نسخے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کسی کو کسی تکلیف میں مبتلا دیکھ کر یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَاقَبَنِیْ وَمَا اَبْتَلَاکَ بِہِ اللّٰهُ تَعَالٰی اُسے مصیبت، تکلیف اور دکھ سے ہمیشہ محفوظ رکھے گا۔

علمائے کما ہے کہ اگر یہ بلا دین میں ہو، جیسے شراب، جوا، زنا وغیرہ تو یہ کلمات بلند آواز سے اُسے سنا کر پڑھیں تاکہ اُسے تینیہ بھی ہو اور عبرت بھی حاصل کرے اور اگر یہ تکلیف جسمانی ہو، جیسے جزام، چیچک یا کوئی اور تو خاموشی سے یہ کلمات ادا کرے تاکہ مبتلاء شخص شکستہ خاطر نہ ہو۔

امام بخاری، امام احمد، ترمذی ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے

اُعِيْذُهَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التّٰمَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَا مَةٍ
 وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لّٰمَةٍ۔

حضرت عثمان ابن العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے ایک روز بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھے شدید درد رہتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جان لیوا ثابت ہوگا۔ حضور نے فرمایا درد کی جگہ اپنا ہاتھ رکھو۔ پھر نین بار بسم اللہ الخ اور سات مرتبہ درج ذیل کلمات پڑھ کر درد کی جگہ دم کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

حضرت قبلہ مفتی محمد رفیع ضروی صاحب

خطیب جامع مسجد محمدی نشاط کالونی۔ لاہور چھاؤنی

حضرت موصوف ہمارے اسلاف کی ایک چیدہ شخصیتوں کے آثار میں سے ایک ہیں۔ عمر کی رسیدگی نے جہاں ان کی صحت پر کوئی اثر نہیں ڈالا، تو اناتندرست اور باہمت و حوصلہ ہیں اور سعی و کادش کے دھنی ہیں۔ وہاں ان کے ایقان، عشق حبیب اور تقویٰ و پرہیزگاری کو مزید جلا ملی ہے۔ ابتدائی تعلیم مولانا سید حامد علی شاہ صاحب کے مدرسہ سرگودھا اور علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ انوار العلوم بلتان سے حاصل کی۔ تکمیل تدریس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد سے دست بیعت ہوئے، اور اکابرین امت عاشق رسول مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ اور مناظر اسلام مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل کی خدمت میں ایک وقت گزارا اور فیوض و برکات حاصل کیں پھر روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عرصہ سات سال حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مشرق وسطیٰ کے راستے حجاز مقدس تک پیدل سفر کیا۔ آپ کا فرمان ہے کہ اس سفر میں ایسی ایسی شخصیات سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا کہ ایک دفعہ مصافحہ کرنے پر ہفتہ ہفتہ بھر ہاتھوں سے خوشبو اور تھک آتی رہتی اور وہ لذت آج بھی محسوس ہوتی ہے حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے پر فرمانے لگے میں خود اس آستانہ عالیہ پر کچھ عرصہ رہا ہوں۔ میری درخواست پر چند واقعات چشم دید بیان فرمائے۔

انٹرویو

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیع رضوی صاحب نے ایک نشست میں فرمایا کہ میں سعادت زیارت حرمین شریفین کے لئے حرم کعبہ میں حاضر تھا کہ حاجی محمد ہاشم واہڈا صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ دوران گفتگو معلوم ہوا کہ وہ سندھ میں ٹھٹھہ کے قریب حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کے قریب رہے ہیں۔ اسی ملاقات میں حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے آشنائی ہوئی ان کی حیرت انگیز کرامات سن کر زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ حاجی محمد ہاشم واہڈا صاحب نے دعوت دی کہ آپ جب بھی پاکستان تشریف لائیں۔ ہمارے ہاں ضرور تشریف لائیں۔

سعادت حج سے واپسی پر میں حاجی صاحب کی دعوت اور اپنی دلی تمنا پوری کرنے کے لئے ان کے ہاں حاضر ہوا اور پھر وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ نوے دوست کچھ اس طرح دل میں سمائی کہ پھر جدا ہونے کی طاقت ہی نہ رہی۔ چھ سات سال وہیں قیام رہا۔ اسی قیام کے دوران کے مشاہدات اور معلومات کی روشنی میں حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

وہاں ایک رشیدی قوم آباد ہے۔ ان کا ایک آدمی اپنی والدہ کو لے کر حاضر دربار ہوا۔ اس کی والدہ قریباً پانچ تھی۔ وہ چلنے پھرنے سے معذور تھیں کسی بیماری کی وجہ سے نچلا دھڑ بیکار ہو چکا تھا۔ سات روز قیام کے بعد رات کو قبلہ شاہ صاحب سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی والدہ صاحبہ

کو پلہ مچھلی کی دم کھلاؤ، ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا "حضرت! پلہ مچھلی کا کہاں سے انتظام کروں؟" آپ نے فرمایا، قریبی بستی میں ایک وڈیرے کے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے مہمانوں کے لئے پلہ مچھلی پکاٹی ہوئی ہے۔ ان کے ہاں والدہ کو لے جاؤ اور میری طرف سے پیغام دو۔

وہ شخص صبح اٹھا۔ والدہ صاحبہ کو کندھوں پر بٹھایا۔ اور اس وڈیرے کے پاس لے گیا۔ پوچھا۔ آج آپ نے کیا پکایا ہے؟ انہوں نے کہا پلہ مچھلی پکاٹی ہے۔ پھر اس نے سارا خواب کہہ سنایا۔ انہوں نے خوش آمدید کہا اور مانی صاحبہ کو پلہ مچھلی کی دم پیش کی، مانی صاحبہ نے وہ مچھلی تناول فرمائی۔ قریباً گھنٹے بھر کے بعد مانی صاحبہ کے مردہ جسم میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور دیکھنے والوں نے ایک نیا معجزہ دیکھا، کہ وہ اپنا بیج خود اپنے قدموں سے چل کر اپنے گھر پہنچی۔ حضرت علامہ رضوی صاحب نے آستانہ حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سجادہ نشین صاحب کے حوالہ سے بیان فرمایا۔ سجادہ نشین حضرت خلیفہ غلام محمد اوٹھارحمہ اللہ غزالیؒ دوراں علامہ شیخ الحدیث والقرآن سید احمد سعید کاظمی ملتانی کے ہم پلہ وہم عصر بتاتے جلتے ہیں۔ مولانا رضوی صاحب فرماتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں آستانہ پر ایک صاحب اپنے نابیتا بیٹے کو لے کر حاضر ہوئے۔ اس کی بے چارگی دیکھنے کے لائق تھی۔ التجا و آرزو میں کئی روز بسر ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ شخص اب یہاں سے شفا کی دولت لے کر ہی جائے گا۔ نتیجتاً ایک روز وہ خواب دیکھتا ہے کہ حضرت قبلہ تشریف لاتے ہیں اور مریضوں کی ایک لمبی قطار ہے۔ اس قطار میں اس کا بیٹا بھی بیٹھا ہے حضرت قبلہ شاہ صاحب مریضوں کو دیکھتے ہوئے آرہے ہیں۔ لیکن اس کے

بیٹے کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ سب مریضوں کو دیکھ کر پھر واپس تشریف لائے
 اس کی آنکھوں کا معائنہ کیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں انجکشن لگایا
 صبح اٹھ کر کیا دیکھا کہ اس کا بیٹا اس سے بھی پہلے اٹھ کر بیٹھا ہوا ہے۔
 اس نے اپنے والد کو بتایا کہ ابا جان میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہی خواب
 جو اس کے باپ نے دیکھا تھا۔ اس کے لڑکے نے بھی سنایا باپ نے کہا بیٹا
 میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ بیٹے نے خوشی سے چیخ کر کہا۔ ابا جان! اب
 میں دیکھ سکتا ہوں۔ باپ کو بیٹے کی بات پر یقین نہ آیا۔ اس نے رومال اوپر کیا
 اور پوچھا، بتاؤ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا رومال ہے۔ پھر اس نے انگلیاں پوچھیں،
 وہ بھی بتادیں۔ پھر اس نے کہا۔ میرے آگے آگے چلو اور مجھے شاہ صاحب کے
 آستانے تک لے چلو جب وہ اپنے باپ کو آستانے پر لے جانے میں کامیاب
 ہو گیا تو اس کے والد کو بھی یقین ہو گیا کہ خدائے بزرگ و برتر نے اس کے بیٹے کو
 نور البصر لوٹا دیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رضوی صاحب نے فرمایا کہ میرے حرمین
 شریفین کے ہمسفر جناب حاجی محمد ہاشم واہڈا صاحب نے اپنے ایک دوست کا
 تذکرہ بھی کیا جو بہت خوبصورت نوجوان تھا۔ لیکن بدقسمتی سے قوتِ مردی سے
 محروم تھا یہ راز صرف اس کی اپنی ذات تک محدود تھا۔ والدین نے پیہم انکار کے
 باوجود اس کی شادی کر دی۔ شادی کے بعد اس نامردی کے راز میں اس کی بیوی
 بھی شریک ہو گئی۔ وہ بہت پریشان رہنے لگا اور اس پریشانی کا حل اس نے زیارت
 حرمین شریفین نکالا۔ اس نے سوچا کہ میں دنیا بھر کے اطباء اور ڈاکٹروں کے دروازوں
 پر ناکام دستک دی ہے۔ سنا ہے جب انسان دنیا بھر سے مایوس ہو جائے تو
 ہادی انس و جن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ شفا پر حاضری دینے سے

دولتِ شفا مل جاتی ہے۔ یہی سوتج کر وہ سعادتِ حج حاصل کرنے پہنچا۔ جب در
والا شہرِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچا تو عرض کی۔ مولا ۵

بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے

ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا

اے میرے آقا۔ دنیا جہاں کے غم دور کرنے والے مولا۔ میری پریشانی دیدنی
ہے۔ رحم فرمائیے۔ حاجی محمد ہاشم واہڈ صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو اسے
نبی پاکؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے لئے دار الشفا، تمہارے
اپنے علاقہ کے بزرگ شاہ یقیق کا آستانہ ہے وہاں چلے جاؤ۔ تمہیں وہیں سے شفا
ملے گی۔ جب وہ حج کی سعادت کے حصول کے بعد واپس لوٹے تو حضرت شاہ یقیق
رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی میں مصروف تھے کہ چھت سے
مصری کی ایک ڈلی ان کی جھولی میں گری۔ انہوں نے اس مصری کو تناول کیا۔ بس
اس کے کھاتے ہی قوتِ بردی کے سوتے جاگ اٹھے۔ خدائے بندگان و برتر
نے انہیں شفاء کلی سے نوازا، اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے ہاں
چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور یہ گھر خوشیوں کا گہوارہ ہے۔

ایک سوال ذہن میں ابھر سکتا ہے کہ کیا یہ شفا انہیں آستانہ سرورِ کونین صلی اللہ
علیہ وسلم سے نہیں مل سکتی تھی؟ انہیں حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ
پر کیوں بھیجا گیا؟ تو اس کا جواب سیدھا سا ہے کہ منعِ جود و سخا اور شفا تو بے شک
وہی ہے۔ لیکن مختلف مقامات پر اس کی برائچیں کھلی ہوئی ہیں۔ اگر ان برائچوں کی
طرف خود صاحبِ مرکز توجہ مبذول نہیں کروائے گا تو اور کون کرے گا؟ وہاں اس
قسم کے واقعات زبان زدِ عام ہیں۔

ماہنامہ "آئینہ" لاہور کے ایڈیٹر جناب محمد رفیق شتر قیوری رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنے ایک شمارے میں اور انقلاب حقیقت کے مصنف نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا حافظ صاحب زیارت حرمین کیلئے حاضر ہوئے اور بارگاہِ نورِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آنکھوں کے نور کے لئے درخواست گزار ہوئے۔ آپ نے خواب میں فرمایا تمہیں ہندوستان میں لاہور کے قریب مشرق پور شریف میں حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ کے ہاں سے شفا ملے گی۔

حافظ صاحب بعد از فراغت حج بیت اللہ جب ہندوستان پہنچے تو راستہ پوچھتے پوچھتے رات کے وقت مشرق پور شریف پہنچے۔ سوچا، بے وقت حضرت صاحب کو پریشانی نہیں کرنا چاہیے۔ رات کہیں بسر کر لیتے ہیں۔ صبح آپ کی خدمت میں سلام عرض کریں گے۔ انہوں نے رات کاٹنے کے لئے مشرق پور شریف کے مشرقی دروازے کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد میں قیام کیا جب سحری کا وقت ہوا۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے آواز دی۔ بھائی صاحب! باہر دیکھیں، پوہ پھوٹ گئی ہے حافظ صاحب نے جواب دیا۔ جناب میں اندھا ہوں۔ دیکھ نہیں سکتا۔ آپ خود اٹھیں اور باہر جھانک لیں۔ اس جواب پر خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر پکالنے والے نے پکارا کہ بھائی صاحب باہر دیکھیں تو پوہ پھوٹ گئی ہے۔ یعنی صبح صادق طلوع ہو گئی ہے۔ حافظ صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ آواز دینے والے اٹھے، اور حافظ صاحب کو ساتھ لے کر مسجد کے صحن میں آتے اور کہنے لگے دیکھو صبح صادق طلوع ہو گئی ہے یا نہیں۔ درحقیقت حافظ صاحب کی صبح صادق طلوع ہو چکی تھی انہیں اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آ رہا تھا۔ وہ صبح صادق کے طلوع ہونے کا دلفریب نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شفا خانہ مشرق پور شریف سے حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کے طفیل حافظ صاحب کو آنکھوں کی بینائی عطا فرمادی تھی۔

گویا اُس شخص کو بھی شفاخانہ شاہ یقین رحمۃ اللہ کی نشاندہی کرنا حضور صاحب علم و حکمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہی برائی کی نشاندہی تھی۔ یہ شفاخانے مختلف مقامات پر کھلے ہوتے ہیں جن سے دنیا فیض یاب ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شفاخانوں کی شفا کے فیوض کو عام کرے۔

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب رضوی مدظلہ العالی نے اپنا ایک چشم دید واقعہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک گھرانے کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی وہ حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر آکر بیٹھ جاتے۔ جب تک حضرت صاحب کی طرف سے کوئی اشارہ نہ ملتا وہ اٹھ کر نہ جاتے۔ آپ حق میں فرمادیں تو سبحان اللہ اور مخالفت میں بھی فرمادیں تو قبول کرتے ہیں۔

اس خاندان کے ایک نوجوان کو میں نے خود دیکھا۔ آستانہ پر حاضر ہوا اور کیپٹن بھرتی ہونے کے لئے درخواست گزار ہوا۔ آپ نے خواب میں ارشاد فرمایا تجھے بھرتی کر لیا گیا ہے جب وہ گھر پہنچا تو انٹرویو کال آئی ہوئی تھی۔ وہ شخص انٹرویو کے لئے حاضر ہوا یہ بہت خوبصورت اور اونچا لمبا جوان تھا۔ افسر نے انٹرویو میں سوال کیا کہ صحرائی جہاز کسے کہتے ہیں؟ دراصل صحرائی جہاز اونٹ کو کہتے ہیں۔ لیکن اس نے آفیسر کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ جناب آپ ذاتیات پر اترتے ہیں (یعنی مجھے اونٹ سے تشبیہ دی ہے) آفیسر اس جواب سے بہت محظوظ ہوا۔ بڑے زور سے ہنسا اور اسے بھرتی کر لیا۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس آستانے پر نہ صرف پاکستانیوں کو ہر خط سے آتے دیکھا۔ بلکہ فریقہ، ہانگ کانگ، برما، چائنا، ملائیشیا اور بنگال سے آنے والوں کو بھی دیکھا ہے اور کثرت سے آتے دیکھا ہے۔ کوڑھی یعنی جذام کے مریضوں کو بھی شفا یاب ہوتے دیکھا ہے۔ اس علاقہ میں بے شمار سانپ ہیں لیکن

حضرت صاحب کے علاقہ میں آج تک کسی کو سانپ نے نہیں ڈسا۔
 آپ نے یہ بھی بتایا کہ قبلہ شاہ صاحب اسجکل زیادہ تر سوٹڈ بوٹڈ نظر آتے ہیں
 شائد اس لئے کہ ماڈرن زمانہ میں ڈاکٹر حضرات کی طرف قوم کی زیادہ توجہ ہے۔
 اس لئے آپ نے بھی یہی انداز اختیار کر لیا ہے۔
 (واللہ اعلم ورسولہ بالصواب)

تعارف

صابر جالندھری صاحب

غلام باری نام رکھتے ہیں۔ لیکن نام میں کیا رکھا ہے۔ چونکہ صابر ہیں اور صابر ہی تخلص رکھتے ہیں۔ اس لئے اسم یا مسمیٰ شخصیت کو لوگ صابر صاحب ہی سے یاد رکھتے ہیں۔ جالندھر سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور جالندھری کہلوانے لگے۔

بنک آفیسر ہیں لیکن افسری موڈ میں کبھی نہیں دیکھا۔ درویش بھی ہیں اور درویشی ہی میں دیکھا ہے۔ خوش خلق، ملنسار اور بامروت انسان ہیں باصلاحیت نوجوانوں کی تلاش میں رہتے ہیں "آجائے اگر کوئی تو پھر جانے نہ پائے" کے مصداق کوئی دامن نہیں چھڑا سکتا۔ فن شاعری میں دولتِ کمال عطا فرما کر چھوڑتے ہیں۔ عارف جلیل مرحوم جواں سال شاعر انہی کا شاگرد، انہی کا بیٹا اور انہی کا دوست تھا۔ لچپالی ان کی خاندانی وراثت کا عطیہ ہے۔

صابر صاحب کے دادا جان بزرگوار عبدالعزیز صاحب کے چچیرے بھائی پیر طریقت رہبر شریعت خواجہ مولانا مولوی محمود حسین لدھیانوی ہیں جو آستانہ عالیہ درگاہ حضرت حافظ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بازار کسیریاں گوجرانوالہ شہر کے سجادہ نشین ہیں۔ نقشبندی سلسلہ میں سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرمدی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے ہیں۔

صابر صاحب گلستان کالونی مصطفیٰ آباد لاہور میں ایک چھوٹے سے کمرے میں انجمن سجاٹے رکھتے ہیں۔ فقیر کا ڈیرہ آباد ہے۔ خدا آباد ہی رکھے۔ شعراء، ادیب اور حاجتمند آتے ہیں۔ مراد پاتے ہیں، چائے اور دیگر لوازمات سے محظوظ ہوتے ہیں۔

انسٹرویلو

مجھے شعر کہنے کا سلیقہ نہیں۔ البتہ اگر کبھی شعری بھوت سر پر سوار ہو جائے تو پھر بے ٹیکے شعر کہنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ ان بے ٹیکے اور بے ترتیب اشعار کو ایک خوبصورت سانچے میں ڈھالنے کے لئے میں اکثر جناب صابر جالندھری صاحب سے نیاز حاصل کرتا ہوں۔ صابر جالندھری صاحب سے میری پہلی ملاقات نہ جانے کب ہوئی۔ لیکن جب ہوئی ایک مانوس پیار اور عقیدت کا عطیہ دے کر چلی گئی۔

قسم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے

دیباچہ میں بڑا احترام ہے تیرا

ایک بار عارف جلیل کی یاد میں منعقدہ مشاعرہ میں خاکسار

کو دعوت دے بیٹھے۔ یہ تھی رابطوں کی ابتداء۔ اگرچہ محبت کا انجام بخیر نہیں ہوتا تاہم طالبِ خیریت ضرور ہوں۔

ایک روز انسٹرویلو کے لئے حاضر ہوا۔ تو فرمانے لگے۔ میری اہلیہ کے گردے خراب ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ آپریشن سے ایک گمروہ نکال دیا گیا۔ دوسرے گردے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ کہنے والوں نے کہہ دیا کہ اس کی بھی خیر مناؤ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ اشارہ سفرِ آخرت کی غمازی کرتا تھا۔ اگرچہ وہ وقت کسی سے نہیں ٹلتا۔ پھر بھی اہلِ محبت کی خواہش تو یہی ہوتی ہے کہ یہ منس ہمارے ہاں سے اڑ کر نہ جائے۔ اگر یہ اڑ کر چلا گیا تو چمن ویران ہو جائے گا۔ کاش یہ مریض صحت یاب ہو جائے

اور چند روز اور اپنی دلنواز محبت سے نوازے۔ اسی تمنا پہ نظام کائنات
نظم میں ہے۔ دنیا میں حکیم، اطباء، ڈاکٹرز، دوا دارو اور مریض کی تشلیت قائم ہے
تقاضائے فطرت بھی یہی ہے کہ دنیا میں تاقیام قیامت اس تشلیت کا یہ سلسلہ
دراز ہوتا چلا جائے۔

صابر صاحب نے بتایا کہ ہمیں کسی کرم فرمانے بتایا کہ اگر دوسرے گمراہ
کو بچانا مقصود ہو تو آج سے ان حکماء و اطباء اور ادویات کے چنگل سے نکلو۔
اگرچہ ان کے متعلق مولانا روم اپنی مثنوی معنوی میں ارشاد فرمائے ہیں کہ :-
ایں حکیمان بدن دانشورند

از سقام تو ز تو واقف ترند

یعنی یہ جسمانی حکیم تم سے زیادہ تمہارے جسمانی امراض سے واقف و آشنا
ہیں۔ لیکن ان سے بھی زیادہ بااثر شفا کی دولت بانٹنے والے روحانی شفا خانوں
کے مالک ہیں۔ وہ جسمانی بیماریوں کا علاج بھی کرتے ہیں اور روحانی بیماریوں کا بھی۔
میرے لئے یہ انکشاف حیران کن نہ تھا۔ اس لئے کہ یہ دولت تو میرے
گھر سے بھی بٹتی تھی۔ میں نے اپنے مشیر سے پوچھا۔ مجھے کس روحانی شفا خانے سے
بانتیر کر رہے ہو تو اس نے بتایا کہ یہ شفا خانہ ضلع جہلم میں "پیردا کھارا" ہے۔
ایک روز ہم اہل خانہ نے ایک گاڑی کا انتظام کیا۔ لاہور سے فیصل آباد گئے وہاں
سے کچھ افراد کو ساتھ شامل ہونا تھا۔ ان کو ساتھ لیا اور خوشاب کے راستے
"پیردا کھارے" پہنچے۔ یہ جگہ ضلع جہلم میں واقع ہے۔ اوپر پہاڑی سے ایک
چشمہ بہتا ہے۔ مزار پاک کے قریب اگر چشمہ دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ کھاری
پانی سے چند گھونٹ پانی نوش فرمائیں اور گردے پتھری وغیرہ کے جملہ امراض
سے شفا پائیں۔

ہم نے اس کھارے پانی سے اپنے اندر کے کھارے پن کو دور کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس پانی کے دو گھونٹ نے اتنی بھوک اور اشتہا پیدا کر دی کہ ہمیں بار بار خواہش خور و نوش ہونے لگی۔ اس لئے پیٹ کی بھوک کو مٹانے کے لئے مختلف معمول کئی بار کھانا کھاتے ہی بنی۔ اُس دن کے بعد آج تک میری اہلیہ کا اکلوتا گروہ مسلسل ٹھیک ٹھاک کام کر رہا ہے بلکہ اب دوسرا مصنوعی گروہ لگوانے کے ارادے ہیں۔ پچاس ہزار روپے جمع کروا بیٹھے ہیں، اور پچاس ہزار روپیہ مصنوعی گروہ کی پونیدہ کاری کے وقت ادا کیا جائے گا۔

دل چاہتا ہے کہ دنیا بھر کے دکھی انسانوں اور صحت کے بھکاریوں سے عرض کروں کہ اے بے چنیو، اے بے قرار و۔ جن اللہ والوں کے آستانوں سے تم نے عدم اعتمادی اور بے اعتقادی کی وجہ سے منہ موڑ لیا ہے۔ ان کو چھوڑ کر غیروں کے دروازوں پر دستِ سوال دراز کرتے پھرتے ہو۔

حقیر جان کے جن کو بجھا دیا تو نے
یہی چراغِ جلیں گے تو روشنی ہوگی

ڈاکٹروں کی ادویات کھا کر وقتی طور پر ایک مرض سے نجات پالیتے ہو۔ لیکن ان ادویات کی بدولت دیگر بیسیوں امراض اثر دھماکی صورت منہ کھولے ہوتے ہیں اور لا شعوری طور پر ان امراض کے اثرات ہمارے اجسام میں داخل ہو کر ہماری صحت کا بھی جنازہ نکال دیتے ہیں۔

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ ڈال دیئے سائے ہم نے

صابر جالندھری صاحب اپنی کہانی سنار ہے تھے اور ان کے چہرے پر یقین کی پختگی اور اعتماد کی اتنی گہرائی و گیرائی تھی جسے الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن

۹۶
نہیں۔ اسی دوران دس گیا سال پرانی ایک کہانی میرے ذہن کے کسی جھروکے سے جھانکنے لگی۔

ایک صاحب تھے چودھری رحمت علی صاحب۔ میرے ایک دوست شیخ محمد ادریس عاصی صاحب ہیں، جو اس کتاب کے کاتب ہیں۔ وہ صاحب ان کے دوست تھے۔ خوش طبع و خوش مزاج انسان۔ ادریس صاحب کے حوالے سے میری بھی ان سے شناسائی ہو گئی۔ وہ جب لاہور کا روبرا کے سلسلہ میں آتے تو میرے غریب خانہ پر تشریف لائے بغیر واپس نہ جاتے۔ چودھری رحمت علی صاحب پنڈی بھٹیاں کے رہنے والے ہیں۔ پٹواری خاندان سے ہیں۔ اور کپڑے وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ پنڈی بھٹیاں لاہور سرگودھا روڈ پر سکھیلی اور چنیوٹ کے درمیان ایک قصبہ ہے۔ یہاں سے ایک سڑک حافظ آباد کے راستے گوجرانوالہ جا کر ملتی ہے۔

ایک روز برسبیل تذکرہ کہنے لگے۔ میں اہل حدیث عقائد کا حامل ہوں، اور اپنے عقائد پر شدت کی حد تک اعتقاد ہے۔ میرے گمراہے میں پھری تھی جب یہ درد اٹھتا تو تڑپا کے رکھ دیتا۔ اسی طرح ایک بار تڑپ رہا تھا کہ کسی صاحب نے کہا، کھار اسپر چلے جاؤ۔ ان کے چشمے سے پانی پیو۔ آرام آجائے گا میرے دل کو یہ مشورہ اچھا نہ لگا۔ میں نے ہوں ہاں کمر کے ٹال دیا کہ

ایک خوابیدہ مشیت کے پرستار ہو تم

ایک تابندہ حقیقت کا طلب کار ہوں میں احمد ندیم قاسمی

بات تو آئی گئی ہو گئی لیکن درد بڑھنے لگا۔ شدت درد کی وجہ سے میرے

عقائد کی مضبوط دیوار میں دراڑیں پڑنے لگیں، اور آخر ایک روز مجھے میرے

دل نے "پیردا کھارا" جانے پر مجبور کر دیا۔ میں جب "پیردا کھارا" پہنچا اور وہاں چھتے سے پانی نوش جاں کیا تو چشتی صاحب دردِ گردہ سا تھڑھوڑ گیا اور آج تک اس نے میری طرف دوبارہ منہ نہیں کیا۔ لیکن ایک اور میٹھا سا درد دے گیا۔ وہ ان روحانی شفاخانوں کے طبیبوں سے عقیدت و محبت کا درد ہے۔

عشقِ نباءِ دردِ دل۔ حسنِ دوائے دردِ دل
دل ہے برائے دردِ دل۔ دل کا خدا بھلا کرے۔

اسی سلسلہ میں جناب راجہ رشید محمود صاحب ایم اے جن کا انٹرویو پہلے گزر چکا ہے، انہوں نے اپنی ہمیشہ صاحبہ کے متعلق انکشاف کیا۔ ان کے گردہ میں پتھری تھی۔ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی۔ کئی بار اسپتال میں داخل کروایا۔ ایک دن آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ مرض اور مریض ہر دو کی حالت ظاہر کرتی ہے کہ معاملہ خطرناک صورت اختیار کر سکتا ہے ہم نے آپریشن تھیٹر سے ہمیشہ کو نکلوایا اور سیدھے کھلا پیر لے گئے۔ چشتی صاحب الحمد للہ ہماری ہمیشہ مشکل طور پر اب صحت یاب ہیں اور اب انہیں کہیں ڈاکٹر یا طبیب کے ضرورت نہیں رہی۔

درد سے نجات کا روحانی نسخہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوتے تو آپ معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے، اور اگر درد کی شدت ہوتی تو میں خود پڑھ کر دم کرتی، اور بامید برکت ہاتھ پھیرتی۔ (رواہ الشیخان۔ ابوداؤد، ابن ماجہ)

یعنی معوذات جملہ درودوں کے لئے باذن اللہ و باذن رسول صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نافع ہے۔ معوذات یہ ہیں

سورة الفلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا
وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

سورة الناس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ
شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوسِوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ

مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

علامہ احمد الدیربی رحمہ اللہ علیہ اپنی کتاب "فتح المجید" مطبوعہ طبع رحمانیہ

مصر ۱۳۳۸ھ ص ۹ پر لکھتے ہیں۔

کہ بعض صالحین کا تجربہ ہے کہ اگر کوئی اپنے جسم کے کسی حصہ میں درد محسوس

کرے۔ تو درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے اور

سات مرتبہ درج ذیل کلمات پڑھے درد سے نجات مل جائے گی۔ انشاء اللہ

یہ ایک مجرب علاج ہے۔ کلمات یہ ہیں :-

اللّٰهُمَّ اِذْهَبْ عَنِّيْ سُوْءَ مَا اَجِدُ فِخْشَةٍ بِدَعْوَةِ نَبِيِّكَ

الْمُبَارِكِ الْاَمِيْنِ الْمِسْكِيْنِ عِنْدَكَ۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

میں جب سے مسلمان ہوا ہوں۔ مجھے شدید درد رہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے

جان لیوا ثابت ہوگا حضور نے فرمایا۔ درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھو،

پھر تین بار بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو اور سات مرتبہ یہ کلمات
پڑھتے ہوئے دم کرو۔

أَعُوذُ يَا لَلَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ۔

صحیح مسلم میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک
مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ عیادت کے لئے حضرت جبریل
علیہ السلام حاضر ہوئے۔ پوچھا: جان عالم! کیا آپ بیمار ہو گئے؟ فرمایا: ہاں۔
جبریل علیہ السلام نے یہ پڑھ کر دم کیا۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ
نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ۔

روحانی مداوا

عاجی محمد شریف صاحب کمرنال پلاسٹک ورکس پسرور روڈ گونہ خورد
سیالکوٹ سے پانی کی بوتل دم کردہ تین دن پینے سے بھی دردِ گردہ کو آرام
آجاتا ہے۔

دردہ گردہ کے لئے یونانی نسخہ

مغز کدو ، مغز کھیرا ، مغز خر بوزہ ، حُب کاکج ، حجر الیہود ،
۱/۲ ا تولہ ، ۱/۲ ا تولہ ، ۱/۲ ا تولہ ، ۱۵ تولہ ،
باریک پیس کمر کپڑ چھان کر لین۔ ۳ پاؤ خالص شہد گرم کر لیں جب تار
بن جلتے تو اس میں یہ سفوف ڈال لیں۔ مریض کو ہر صبح ۳ ماشے عرق
سولف سے کھلائیں۔ انشاء اللہ آرام آجائے گا اور پتھری کا خصوصی طور
پر نکاس ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

تعارف

محترم عبدالحمید صاحب خوش خلق، خوش وضع اور خوش طبع انسان ہیں۔ قریباً ۲۵، ۵۰ کے پیٹے میں ہوں گے۔ سواحی نگر مکان نمبر ۵، گلی نمبر ۱ لاہور میں تشریف رکھتے ہیں اور جاوید شوز فیصل مارکیٹ قلعہ گوجر سنگھ لاہور کے نام سے کاروبار کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے جاوید کی سواحی نگر میں ایک علیحدہ دکان ہے اور خوب اللہ کا فضل ہے۔

عبدالحمید صاحب سے میرا واسطہ میرے پڑوسیوں کی وجہ سے ہے یہ میرے پڑوسی محترم شوکت علی صاحب ولد محمد شفیع صاحب کے چچا لگتے ہیں ان کے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ چونکہ ملنسار اور خوش خلق انسان ہیں اس لئے جب ملتے ہیں جس میں نکال دیتے ہیں۔ جنوری ۱۹۸۸ء کے بالکل اوائل میں میرے محلے دار جناب تاج محمد صاحب کے بچے کے سالانہ ختم قرآن پاک میں عبدالحمید صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ اس ملاقات میں انہوں نے اپنی تکلیف اور اس تکلیف سے متعلق روئیداد سنائی اور کما علاج کی انتہا آپریشن تک جا پہنچی ہے۔ فرمانے لگے ۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء کو آپریشن کے لئے تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔ دس ہزار روپے ایڈوانس کل جمع کر لئے جائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر آگے جو کچھ ہوا وہ آئندہ صفحات میں بیان ہوگا۔ کہ میں انہیں پیردا کھارا۔ لہذا شریف ٹاؤن تحصیل خوشاب لے گیا۔

والسپی کے بعد میں اپنے کام مصروف ہو گیا اور عبدالحمید صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ۱۸ جنوری ۱۹۸۸ء کو بندہ ان کی دکان پر پہنچا اور صورتِ حال دریافت کی۔ وہ حیران بھی تھے اور خوش بھی۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا اس کی تفصیل درج ہے۔

انسٹریو

مشاہدہ

عبدالحمید صاحب ولد حاجی غلام محمد صاحب، فرمانے لگے۔ چشتی صاحب قریباً آٹھ نو ماہ قبل میسر یا نہیں پہلو میں درد رہنے لگا۔ میں نے سمجھا کہ دکان پر بیٹھے رہنے کی وجہ سے گیس کی تکایت ہو گئی ہے۔ لہذا علاج کروایا، چورن کھائے دوائیں استعمال کیں۔ لیکن افاتہ نہ ہوا۔ اہل خانہ کے مجبور کرنے پر میں نے میوہسپتال لاہور رجوع کیا۔ ڈاکٹر فتح خاں اختر صاحب گردہ سپیشلسٹ سے آئی۔ وی پی کروایا تو انہوں نے رپورٹ میں لکھا کہ گردہ بالکل سکڑ چکا ہے اور گردے کی تالی میں پتھری ہے جس پتھری کی وجہ سے گردہ مردہ ہو چکا ہے، یہ آپریشن کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد ڈاکٹر فاروق رسول صاحب کے ہاں لاہور الٹرا ساؤنڈ جیل روڈ لاہور گیا اور ان سے الٹرا ساؤنڈ کرایا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا۔ کہ گردے کی تالی میں پتھری ہے اور گردے کا فنکشن بالکل ختم ہو چکا ہے اس لئے اس کا علاج آپریشن میں ہے۔ البتہ ڈاکٹر فاروق رسول صاحب نے مجھے ڈاکٹر فتح خاں اختر صاحب کی بجائے گردہ سپیشلسٹ جنرل ہسپتال جناب ڈاکٹر فرخ صاحب سے رابطہ کے لئے کہا۔ میں وہاں پہنچا تو انہوں نے بھی تمام رپورٹیں دیکھیں اور دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا کہ گردہ ختم ہو چکا ہے

اس کی نالی میں پتھری ہے۔ اس نے راستہ بند کر دیا ہے۔ جب تک وہ اپنی جگہ پر رُکئی ہوئی ہے اس وقت تک زندگی کی گاڑی چلتی رہے گی اگر خدا نخواستہ وہ اپنی جگہ سے کچھ ادھر ادھر ہو گئی تو زندگی کو سخت خطرہ ہے۔ البتہ ایک آخری رپورٹ اٹامک انرجی کی ہوتی ہے وہ رپورٹ لے لیں تاکہ شاید مزید کوئی صورت نکل آئے۔

میں اٹامک انرجی والوں کے ہاں پہنچا تو انہوں نے رپورٹ میں لکھا کہ ایک گروہ ۱۰۰ فیصد کام کر رہا ہے جب کہ دوسرا گروہ صرف ۱۵ فیصد کام کر رہا ہے۔ ڈاکٹر فرخ صاحب کہنے لگے کہ ۱۵ فیصد کام کرنا تو کوئی معنی نہیں رکھتا اس لئے یہ گروہ بے کار ہو چکا ہے۔ آپ اس کا آپریشن کروائیں۔

بندہ سخت ذہنی پریشانی کا شکار ہو گیا۔ نہ جاٹے ماندن نہ پائے رفتن۔ اسی فکر اور پریشانی میں دکان میں بیٹھا تھا کہ ایک دوست آگئے، حال احوال پوچھنے لگے میں نے مایوسی کا اظہار کیا اور تمام صورت حال بتائی تو وہ مجھے ایک اللہ والے کے پاس لے گئے اور تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا جمید صاحب اپریشن نہ کرائیں۔ تکلیف ہوگی۔ آپ ۲۱ روز نہار منہ مولیٰ استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا میں نے مولیٰ کھانا شروع کر دی، لیکن ۲۱ روز بعد بھی تکلیف ویسی کی ویسی ہی تھی۔ میں نے ان بزرگوں سے حقیقت حال بیان کی تو انہوں نے فرمایا بیٹیا میں پھر کہتا ہوں کہ آپریشن نہ کرائیں اور ساکت رہیں۔ مجھے ایک نعویز گلے میں ڈالتے کے لئے دیا اور ایک حکیم صاحب کا پتہ دیا اور فرمایا کہ وہ حکیم تمہارے لئے جو دوا تجویز کرے وہ کھاؤ انشاء اللہ آرام آجائے گا۔ مزنا کیا نہ کرتا، ایک عجیب الجھن کا شکار حکیم صاحب کے ہاں پہنچا۔ حکیم

صاحب مکھن پورہ میں اویسیہ دواخانہ کے نام سے مطب چلاتے ہیں۔ انہوں نے جو دوا ارشاد فرمائی تھی اس نے کھانا شروع کر دی اور پانچ ماہ دوا جاری رکھی۔ لیکن تکلیف کہتی تھی نہیں "چکی" کے اڑھائی پانچ ہی ہوتے ہیں۔ اس سے کم و بیش ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حکیم صاحب بھی پریشان ہوئے مجھے ساتھ لے کر خود بزرگوں کے پاس پہنچے اور کہا کہ اللہ والو! اب کیا کریں یہ شخص میسرے ہاں سے بھی ہزاروں روپوں کی دوا استعمال کر چکا ہے۔ اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ یہ تو میری بھی بدنامی ہو رہی ہے۔ فرمائیے کیا کیا جائے۔ میں نے بھی سخت مایوسی کا اظہار کیا۔ تو فرمانے لگے۔ آپریشن کا تو کبھی بھی مشورہ نہ دوں گا۔ نہ جائے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ آپریشن سے مسئلہ خراب ہو جائے گا۔ لیکن میسرے اصرار پر فرمانے لگے۔ اچھا جاؤ اللہ فضل کرے گا۔

حلقہ احباب بھی مصرتھا کہ آپریشن کرا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک بات یہ تھی کہ میں اتنی جلدی اتنی بڑی رقم بھی فراہم نہیں کر سکتا تھا۔ اگرچہ اللہ کا فضل ہے اور کاروبار بھی سیدٹ ہے لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر ان دنوں میرے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ دس ہزار روپیہ یکمشت ڈاکٹر کو آپریشن فیس بھی دوں اور اوپر جو خرچہ ہو وہ بھی برداشت کروں۔ اس بات کی بھنک میرے عزیزوں کو مل گئی بوسنت احباب اور رشتہ داروں نے پیسوں کے ڈھیر لگا دیئے کہ صحت کی فکر کرو پیسوں کی فکر نہ کرو۔ لہذا اللہ کے نام پر میں نے دوستوں اور احباب کے اصرار پر اور اللہ کے سہارے پر آپریشن کا فیصلہ کر لیا۔ ایک دو روز میں ڈاکٹر صاحب کے پاس رقم جمع کرانے جا رہا تھا اور آپریشن کے لئے ۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء کا دن بھی مقرر ہو گیا کہ کشتی صاحب آپ سے ملاقات ہو گئی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ میں آپ کے مشورے کے مطابق اس آخری سہارے

کو بھی آزمایئے پر آمادہ ہو گیا کہ جہاں اتنے دھکے کھائے ہیں وہاں یہ دروازہ بھی کھٹکھٹانے میں کیا حرج ہے؟ فلہذا ٹھیک ۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء ہی کو جو کہ آپریشن کا دن تھا۔ آپ کے ساتھ حضرت پیر کرم شاہ ولی المعروف ٹوپی والی سرکار "کھارا پیر" کے روحانی شفا خانے میں داخل ہو گیا۔

ہنگ لگے نہ پھٹکڑی، رنگ بھی چو کھا آئے۔ نہ پیٹ چاک ہوا، نہ رقم خرچ ہوئی، نہ حلقہ احباب کا ممنون منت ہوا نہ اہل خانہ کے لئے پریشانی کا سبب بنا اور شاید آپریشن کروا لیتا تو ان بزرگوں کے خدشات کیا تھے۔ خبر نہیں کیا ہوتا اللہ تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا۔ وہاں آپ کے ساتھ پانی نوش فرمایا اور گھر بھی لے آیا۔ آستانے پر بیٹھے ہوئے شخص کی ہدایات کے مطابق نقش بھی استعمال کر رہا ہوں۔ حشری صاحب اللہ رب العزت نے اپنا خاص کرم فرمایا ہے اور شاید انہی بزرگوں کے قدموں کے نیچے جو چشمہ بہ رہا ہے اس سے اس بیمار کو شفا مل گئی ہو۔

ہو ایوں کہ میں نے ایک ہفتہ وہ پانی پیا جو گھر لے آیا تھا، اس کے بعد میں اٹاک انرجی والوں سے تسلی خاطر کے لئے رابطہ قائم کیا۔ اٹاک انرجی والوں نے ایننگ گراف کے ذریعے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ وہ سکر ہو گیا مردہ گردہ جو پہلے صرف ۱۵ فیصد کام کر رہا تھا آج ۹۵ فیصد کام کر رہا ہے البتہ جیب اس کی تین تصویریں لی گئیں تو اس میں اس کی وہی کیفیت ہے۔ لیکن ایننگ گراف کہتا ہے کہ گردہ نے ۹۵ فیصد کام شروع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبان حیران تھے اور معلوم کر رہے تھے کہ یہ علاج کہاں سے کرایا ہے اور کونسی دوا استعمال کی ہے تو میں نے بتایا کہ حضرت پیر کرم شاہ ولی "کھارا پیر" کے چشمے سے پانی پیا ہے اس سے فائدہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر حضرات نے کہا کہ اب آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں آپ گھر میں آرام کریں۔ پتھری کا مسئلہ بھی شاید جلد حل ہو جائے گا۔

چشتی صاحب اب صحت کافی حد تک درست ہے۔ گاہے گاہے ہلکا سا درد محسوس ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو جائے گا۔

چشتی صاحب جنوری ۱۹۸۸ء اگرچہ میسر لے بہت ہی نیک تنگن اور خیر و برکت کا مہینہ ثابت ہوا ہے، لیکن اس دوران جو چند اصحاب نے میسر ساتھ سلوک کیا ہے یہ تکلیف بھی نہیں بھول سکوں گا۔ کوئی کہتا کہ اب پانیوں پر گزارا ہونے لگا ہے کوئی آوازہ کتاب درباروں پر جانے لگے ہو، وہاں کیا ملے گا۔ کوئی ہانکتا، پیسوں کی جھنڈی ہو گئی ہے۔ غرض بھانت بھانت کی بولیاں تھیں۔ جو دکان پر راہ چلتے اور گھر پر اکثر سننی پڑتیں لیکن یقین کامل ہو تو یہ رکاوٹیں آیا ہی کرتی ہیں۔ اگر نہ آئیں تو ایمان کی پختگی کا یقین کیسے ہو۔ دراصل میرا دل یہ کہتا تھا کہ جس خالق و مالک نے ان ادویات میں شفا رکھی ہے اسی بے نیاز رب نے ان بزرگوں کے چہرے میں بھی شفا رکھی ہے جب لاکھوں کروڑوں لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس دروازے سے نہیں لوٹائے گا۔ انشاء اللہ، یقیناً اللہ نے میرے یقین کی لاج رکھی اور مجھے بھی شفا عطا فرما کر کرم فرمایا۔

ع اے کرم اور کرم اور کرم اور کرم

روشنی

حضرت پیرداکھارا کا ذکر اس کتاب کے حوالے سے اتنی کثرت سے آچکا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ بھٹنے لوگوں سے ملاقات ہوئی ان میں سے اکثریت کی گفتگو کی انتہا حضرت پیرداکھارا پر ہوتی۔ دل میں آئی، حضرت پیرداکھارا کے آستانہ پر حاضری دینی چاہیے۔ دسمبر ۱۹۸۷ء کے آخری ہفتہ کی تعطیلات میں جانے کا پروگرام بن گیا۔ الحاج اے ڈی اختر صاحب منڈی بہاؤالدین میں تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی پیش کش کر دی کہ آپ تشریف لائیں۔ آگے ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ لیکن بد قسمتی سے ۲۸ نومبر ۱۹۸۷ء کی صبح میری اہلیہ مختصر علالت کے بعد درفانی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر شہر خاموشاں کی جا باسی ہوئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اور پروگرام دھرا کا دھرا رہ گیا۔

جنوری ۸۸ء کے بالکل آغاز میں میکے پر ڈوسی جناب شوکت علی صاحب کے چچا جان عبدالحمید صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے۔ چشتی صاحب! میں کافی عرصے سے علیل ہوں۔ حکیموں طبیبوں اور ڈاکٹروں نے مایوس کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ تیرا ایک گمردہ بالکل بے کار ہو چکا ہے۔ اب یہ نکالے بغیر چارہ نہیں گمردے کی نالی میں پتھریاں پھنسی ہوئی ہیں۔ جب تک وہ اپنی جگہ پر ہیں آپ کو شاید تکلیف نہ ہو۔ لیکن جوں ہی وہ اپنی جگہ سے سرکیں۔ پھیپھڑے میں پیپ پڑتی شروع ہو جائے گی۔ ڈاکٹروں کے اس تجزیہ کے بعد ۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء کو آپریشن کا پروگرام بن گیا ہے کہ یہ گمردہ نکال ہی دیا جائے۔

راقم الحروف گمردہ نکال دینے کے خوف سے ہی کانپ اٹھا۔ مجھے معاً کھار پیر

یاد آیا۔ میں نے عبدالحمید صاحب سے کہا کہ جب آپ ہر طرف سے مایوس ہو چکے ہیں بلکہ بات آپریشن کرنے پر طے ہو گئی ہے تو ایک جگہ اور آزما لو۔ پھر میں نے کھاراپیر کا راستہ بتایا اور وہ آمادہ ہو گئے۔

۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء بروز بدھ ہی کا پروگرام بنا۔ اس سفر میں راقم الحروف بھی ہم رکاب تھا۔ راستے اجنبی ہوں تو مسائل الجھ جاتے ہیں لیکن طلب صادق ہو تو کسی مسئلے کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ہم بذریعہ فلائنگ کوچ پہلے جہلم پہنچے۔ جہلم سے پنڈ دادن خان جانے والی بس پکڑی۔ مسافروں کی کثرت اور چھوٹی ٹی سی بس۔ جہلم سے جلال پور شریف تک ہر اگھنٹہ عبدالحمید صاحب نے کھڑے ہو کر سفر کیا۔ کچی سڑکیں۔ پتھر بلا علاقہ۔ خشک پہاڑ۔ سبز زندگی کا دوسرا نام ہے لیکن وہاں زندگی کہاں۔ لوگوں کی کسپرسی پر ٹرس آتا رہا اور صبر و استقلال کے پیکر ہونے پر رشک بھی آتا رہا۔ کند کٹر محمد اکرام نامی کے پرنہلوص و عقیدت کے رویہ سے بہت متاثر ہوئے۔

پنڈی دادن خان سے لید شریف ٹاؤن بعد از عصر پہنچے۔ آگے کھاراپیر جانے کے لئے کوئی سواری نہ تھی۔ ایک دیگن والے نے ہماری بے چارگی اور مجبوری سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ساٹھ روپے کی آنگی اور اتنے ہی وصول کئے۔ دیکھا تو حیران رہ گئے۔ کھیوڑہ کے پہاڑوں کا جو سلسلہ جاری ہے۔ اس کے دامن میں دو مزارات نظر آئے۔ بالکل سارے سے مزارات ہیں۔ دل میں آئی اور میں نے اپنے ساتھی سے بھی کہا کہ جس زمانے میں یہ لوگ یہاں آ کر مقیم ہوئے وہ ہمارے لئے کتنا خوفناک ہوگا، اور ان کے لئے کتنا پرسکون یہ ساری دنیا سے منہ موڑ کر صرف ایک کی یاد میں مصروف ہو گئے اور صرف اسی کے ہو کر رہ گئے۔

تخت سکندری پر وہ کھوکتے نہیں

بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری لگی میں

لیکن خدائے ذوالکرم والا احسان نے ارشاد فرمایا ہوگا۔ اے سید محمد کرم شاہ

جو ہمارے ساتھ رہتے ہیں ہم ان کو بے نام و نشان نہیں رہنے دیتے۔

فاذ کرونی اذ کر عہ تم نے ہمیں یاد کیا، یاد رکھا، اپنی یادوں

میں بسایا۔ اب ہم تمہیں یاد رکھیں گے، رکھو اٹھیں گے۔ فلہذا ایک مخلوقِ خدا

ان آستانوں پر حاضر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ اور اپنے

نیک بندے کے فیض کو جاری رکھنے کے لئے ایک بہانہ بنا دیا چونکہ اہل

عقل کہتے ہیں کیوں جا نہیں ان مردوں کے پاس کیا رکھا ہے۔ یہ تو مر کہ

مٹی میں مل گئے۔ اگر یہ کچھ کر سکتے ہوتے تو منوں مٹی کے نیچے کیوں دبے

ہوتے۔ یہ خود اپنے آپ کو بیماری سے صحت مند کیوں نہ کر سکے۔ اب یہ

لوگ بے بس ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب برابر ہیں۔ ان کی کوئی

اہمیت نہیں۔ اس لئے اے لوگو! ان کے پاس کیوں جاتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ

نے اپنے اہل اللہ فرزانہ سے اہل عقل کے لئے سامان مہیا کر دیا کہ یہاں

بیماریوں سے شفا ملتی ہے آؤ اور آکر شفا حاصل کرو۔ کئی اہل حدیث، وہابی

حضرات نے یہاں سے فیض حاصل کیا اور معترف ہوئے۔ اور اہل عشق

اس لئے نہیں آتے کہ ظاہری بیماری سے فیض حاصل کریں بلکہ وہ تو اس لئے

آتے ہیں کہ روحانی بیماری سے فیض پا کر اپنے دل کی دنیا بسالیں۔ وہ بھی آتے

ہیں اور یہ بھی آتے ہیں۔ اب ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامان ہم

پہنچا دیئے۔

ہم وہاں پہنچے۔ وقت بہت قلیل تھا۔ پہاڑوں کے دامن سے ایک

چشمے کا پانی کثیر مقدار میں تیزی سے بہتا ہوا مزار کے قریب سے گزرتا ہے لوگ اس پانی کو نوش جاں کرتے ہیں اور دربار پر حاضری دیتے ہیں۔ فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ ہم نے ایک بوتل میں پانی لیا خود بھی نوش کیا۔ پانی صرف کھارا نہیں بلکہ سخت کڑوا بھی ہے پھر دربار شریف کے اندر گئے۔ کچھ پڑھا۔ صاحب مزار کو سلام کیا۔ چند لمحات میں روحانی رفت طاری ہونا اور یکسوئی پیدا ہو جانا، یہ صاحب مزار کی کرامات میں سے ہے اور ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ ہم جیسے ناکاروں کو اس سکون کی دولت سے نوازا۔ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم میں نے اپنے ساتھی عبدالحمید صاحب کے لئے دعا مانگی کہ اے پروردگار اتنی مسافت سے اس بیمار کو کتنی تکلیفوں سے لے کر پہنچا ہوں تو کرم فرما اور اس کو صحت و تندرستی عطا فرما مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ضرور شفا کاملہ عطا فرمائے گا۔

یہ مزار دس سال سے محکمہ اوقاف کے زیر تسلط ہے۔ ایک صاحب محکمہ اوقاف کی طرف سے بیٹھے ہوئے تھے جو تعویذ کاٹ کاٹ کر دے دے تھے اور پانی کی بوتل میں ڈال دیتے۔ ہمیں ایک تعویذ کمر پر باندھنے کے لئے دے دیا اور کہا کہ یہ پانی چند روز پیئیں۔ بالکل آرام آجائے گا۔ ان کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا لیکن انہوں نے معذرت کر دی اور کہا کہ جی چاہے تو اس غلے میں کچھ ڈال دیں جو محکمہ اوقاف کی طرف سے رکھا ہوا ہے۔

میں نے اس مختصر وقت میں ان صاحب سے کچھ باتیں معلوم کیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان بزرگوں کا نام پیر کھارا نہیں بلکہ ان کا اسم گرامی پیر کرم شاہ ہے۔ لوگ پیر کرم شاہ ولی ٹوپی والی سرکار کہتے ہیں۔ آپ کے سر پر

ایک خاص قسم کی خوبصورت ٹوپی ہوتی تھی۔ اس کی وجہ سے ٹوپی والے مشہور ہو گئے۔ قریشی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملتان سے تبلیغ کے سلسلہ میں یہاں تشریف لائے۔ تبلیغ کرتے اور اس جگہ پر آکر قیام فرماتے اور اسی جگہ وصال فرمایا۔ آپ کو وصال فرمائے قریباً تین صدیاں بیت رہی ہیں۔ ان کا ایک بیٹا تھا۔ جو معصومیت کے زمانے ہی میں وصال کر گیا۔ جس کا مزار ان کے قدموں میں ہے۔ بے اولاد عورتیں آتی ہیں۔ اس پر آکر فاتحہ پڑھتی ہیں اور اولاد کی نعمت سے بھولیاں بھرتی ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا ایک داماد اور ایک بیٹی بھی تھی۔ جن کے ساتھ ہی مزار ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ باہر جتنے مزارات ہیں ان کے چاہنے والوں یا مجاورین و متوسلین کے ہیں۔

اس آستانے کا خصوصی فیض درد گردہ کی پتھری کے لئے اور بے اولاد عورتوں کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ ریح کا درد، چنبل اور خارش کی نامراد امراض سے بھی شفا ملتی ہے۔

ڈرائیور نے بتایا کہ چیت کا پورا مہینہ لوگ اس قدر کثیر تعداد میں آتے ہیں کہ حد و شمار ممکن نہیں بہار کے موسم میں لوگ آپ کے عرس میں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ یہ عرس مہینہ بھر جاری رہتا ہے۔ منڈی بہاؤ الدین میں میکہ ایک عزیز محترم محمد اسحاق صاحب جو ریلوے اسٹیشن ماسٹر (ریٹائرڈ) ہیں۔ ان کا کہنا ہے، لائٹاؤن اور پیرکھارا کے اس چھوٹے سے اسٹیشن پر میں نے چیت کے ماہ میں ایک ہفتے میں ایک ایک لاکھ روپے کے ٹکٹ فروخت کئے ہیں اور یہ سلسلہ پورا چیت کا مہینہ جاری رہتا ہے۔ بسوں، لاریوں، ٹرکوں، ٹرالیوں، موٹر سائیکلوں اور پیل آنے والے وفد اس سے مستثنیٰ ہیں۔

چیت کا مہینہ دسی سال کا پہلا مہینہ ہے اور یہ ہمیشہ بہار کے موسم میں آتا

ہے۔ قریباً مارچ اپریل کا مہینہ ہوتا ہے۔

اس مرکز شفا کے مطالعہ سے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ پہاڑ کے بہت اوپر سے پانی کا ایک چشمہ بہتا ہے جو دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک حصہ پہاڑ کے اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ اس کا پانی شیریں ہے۔ یہی پانی اس سارے علاقہ کے باسیوں کو ملتا ہے اور چشمے کا ایک حصہ پہاڑوں کے اندر سے اپنا راستہ بناتا ہوا مزار اقدس کے شرقی پہلو سے ہو کر گزرتا ہے، اور یہ پانی کھارا ہے، بلکہ سخت کڑوا ہے۔ اس کی وجہ یقیناً صرف یہی ہے کہ یہ پہاڑ کھیوڑہ کے پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ جس میں نمک کے ذخائر موجود ہیں۔ یہ پانی نمک کے اس حصہ سے ہو کر گزرتا ہو گا جس کی وجہ سے یہ کھارا ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی کھارا پن ہی گردوں کی پتھری کے لئے شفا کا باعث ہو لیکن اس پر بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر نمک کی وجہ سے یہ شفا ہے تو یہ چشمہ بہتے بہتے بہت دور دریا تے چناب میں جا گرتا ہے۔ یہ پانی جہاں جہاں سے گزرتا ہے۔ وہیں وہیں سے پیا جائے اور اس سے شفا ہونی چاہیے، لیکن ایسا نہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ یہ چشمہ صدیوں سے رواں دواں ہے۔ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں مخلوق خدا اس چشمہ سے فیض یاب ہو چکی ہے۔ ہمارے ملک کے مستند اطباء حکیم، وید اور ڈاکٹرز اس پانی کا تجزیہ کیوں نہیں کرتے۔ اس مقدار سے ان نمکیات کا جائزہ لیا جائے اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ ہر شفا خانے، ہسپتال اور ڈسپنسریوں میں استعمال کا آسان نسخہ تلاش کر لیا جائے۔ لیکن آج تک ایسا نہیں ہوا۔

پھر تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ عقلِ نکتہ چیں کہتی ہے کہ یہ صرف اوہام پرستی ہے۔ قبر پرستی ہے، جہالت ہے، بدعت ہے، شرک ہے وغیرہ وغیرہ لیکن ان جملہ امور کے باوصف ہزاروں اشخاص موجود ہیں جنہوں نے یہ پانی پیا۔

اور اس کے بعد پندرہ پندرہ سال تک بیت گئے لیکن درد نہیں ہوا۔
 وہ تمام جرثومے جو ہسپتالوں میں، انجکشنوں، کیپسولوں، گولیوں کے کھانے سے
 ختم نہ ہوئے بلکہ مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی جیکہ یہ پانی پینے سے پتھری، کنکر
 اور دیگر قسم کے درد شدید سے نہ صرف نجات مل گئی۔ بلکہ اس کے بعد درد کا
 ہلکا سا احساس بھی نہیں پاتے، آخر کیوں۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ فیض اس اللہ والے کے قدموں کا جن کے مزار کو خدائے
 لمیزل نے مرجع خلائق بنا دیا۔ میں جب دیکھنے کے لئے وہاں پہنچا تو میں نے اپنے
 ساتھی محترم عبدالحمید سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ساری دنیا سے منہ موڑ کر دور
 پہاڑوں کے دامن میں خدا سے لوگ بیٹھے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ لیکن خدائے
 مہربان نے ان کی اس خلوت نشینی کو خلوت نشینی میں تبدیل کر دیا۔
 فاذا ذکرنا اذک کحکری واضح تفسیر کھول کر سمجھا دی۔ اب دنیا لاکھوں
 کی تعداد میں حاضر ہوتی ہے اور فیض پاتی ہے۔

واللہ اعلم ورسولہ بالصواب

تعارف

محبوب احمد خاں

”پیرداکھارا“ حضرت پیر کریم شاہ ولی اللہ ٹاؤن تحصیل پنڈدادن خان ضلع جہلم کے پانی پر جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے تحقیقات میں میرا ہاتھ بٹا کے یقین محکم کو ایک نیا رنگ بخشنے والے محبوب احمد خاں بن نورا الحسن لودھی صاحب، خوش مزاج و خوش وضع ہیں اور خوش عقیدہ بھی۔ چالیس کے پیٹھے میں ہیں۔ مکان نمبر ۱۵، گلی نمبر ۲۲ بیرون چوہچہ، مصطفیٰ آباد لاہور میں مقیم ہیں۔ بی۔ ایس۔ سی (آنرزا) اور ایم۔ ایس۔ سی کیمسٹری میں اور پروجیکٹ ڈائریکٹر پلاننگ واپڈالاہور میں ریسرچ افسر ہیں۔ ان کے تین بہت ہی پیارے پیارے چھوٹے بچے میسرماں مدرسہ حسینیہ فیض القرآن حسینیہ منزل مصطفیٰ آباد لاہور میں زیر تعلیم ہیں۔

موصوف خود بھی ”پیرداکھارا“ پر حاضری دے چکے ہیں۔ جن دنوں آپ پیرپن ڈویژن جوہر آباد میں ریسرچ افسر تھے۔ ان دنوں فارغ اوقات میں اللہ والوں کے آستانوں پر حاضری آپ کا معمول تھا۔ آپ حضرت پیر کریم شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر ہوئے اور لاہور ٹرانسفر کے لئے درخواست گزار ہوئے کہ حضرت بوڑھے والدین ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال بوڑھے والدین نہیں کر سکتے۔ مہربانی فرمائیے کہ کسی نہ کسی طرح لاہور ٹرانسفر ہو جائے۔ درخواست منظور ہو گئی۔ لاہور میں ایک نئی پوسٹ کریٹ ہوئی اور محبوب احمد خاں صاحب کو لاہور بلا لیا گیا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ پوسٹ اچانک کیسے

نکل آئی کسی کو کیا خیر کہ خدا ولے سائل کو مایوس نہیں کرتے ۷

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے (اقبال)

خاں صاحب پہلے واٹر کو الٹی لیبارٹری سکاڑپس مونیزنگ واپڈا کینال
پارک مصطفیٰ آباد لاہور میں تھے اور آج کل پر و جیکٹ ڈائریکٹری پلاننگ واپڈا
آفس لاہور میں ہیں۔ "پیردا کھارا" سے لائے ہوئے ہر دو پائینوں کا تجزیہ انہوں
نے اسی لیبارٹری سے کرایا ہے۔

وَكَانَ سَعْيَكُمْ مَشْكُورًا

معجزات قدرت

روحانی شفا خانوں سے متعلق معلومات کے حصول کے دوران "پیردا کھارا" کا تذکرہ اس کثرت سے ہوا کہ اشتیاق دید سے بیقرار ہو کر طویل مسافت کی کوفت برداشت کر کے خود وہاں پہنچا اور حالات کا جائزہ لیا جو گذشتہ صفحات کی زینت بن چکے ہیں۔ میرے ایک مہربان محبوب احمد خاں صاحب جو پروجیکٹ ڈائریکٹر پلاٹنگ و ایڈالابور میں ریسرچ آفیسر ہیں۔ ایک دفعہ ان کے سامنے "پیردا کھارا" کے متعلق گفتگو ہوئی۔ انہوں نے بھی وہاں جانے اور حضرت پیر کرم شاہ المعروف ٹوپی والی سرکار کی ایک کرامت کا ذکر کیا جس کا تذکرہ ان کے تعارف میں ہو چکا ہے۔ دورانِ گفتگو ان کے شعبہ ملازمت کے متعلق معلوم ہونے پر دل کی گہرائیوں میں تجسس کا ایک دوسرا انداز بیدار ہوتا محسوس کیا میں نے محبوب احمد خاں صاحب سے کہا کہ خاں صاحب یہ تسلیم کہ اس پانی میں حضرت پیر کرم شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کے تصدق شفا موجود ہے۔ لیکن اگر آپ میرے ساتھ تعاون کریں اور اس پانی پر تحقیق کر کے تجزیہ کیا جائے کہ اس میں کیا کیا اجزاء شامل ہیں جو شفا کے حامل ہیں۔ تو ہو سکتا ہے لیبارٹریز کے اس تجزیہ کے بعد ایک نیا نسخہ سامنے آجائے اور نیا نسخہ اس نسخہ سے فائدہ اٹھا کر دکھ اور کرب سے تڑپتی مخلوق خدا کو فائدہ پہنچا سکے۔ یہ خیال اس لئے بھی پیدا ہوا کہ کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو روحانی شفا خانوں کی عظمت، تقدس اور ان کے فیضان کے تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ضرور اس پانی میں کچھ ایسے اجزاء شامل ہونگے جو

شفا کا باعث بنتے ہیں ورنہ ان مردوں کے پاس کیا رکھلے ہے۔ اگر واقعی یہی بات ہو اور ثابت بھی ہو جائے کہ واقعی اس مائع میں یہ یہ اجزا شامل ہیں جن سے شفا ملتی ہے تو ہمس اور ہماری طرح دوسری مخلوق خدا بھی اس عقیدے سے توبہ کر لے، اور حکیموں، طبیبوں اور ڈاکٹروں سے التجا کی جائے کہ اللہ کے بندو! دنیا کو گمراہی سے بچاؤ۔ اس قسم کے مائع تیار کرو، شفا بھی ملے، دکان بھی چلے۔ اور دنیا غلط عقیدے سے توبہ بھی کرے۔

ان خیالات کے پس منظر میں میں نے محبوب احمد خاں صاحب سے درخواست کی جو انہوں نے بطیب خاطر قبول فرمائی۔ بلکہ حتی الامکان مدد فرمانے کا وعدہ بھی کیا۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔

انہی دنوں میرے ایک مہربان محمد ثقلین ولد محمد امین صاحب اتدرون گمٹی بازار مقیم ہیں۔ وہ اپنے پیٹ کے درد کے سلسلہ میں میسکے کہنے پر وہاں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ بندہ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے ان کے ساتھ نہ جاسکا وہ اپنے ایک عزیز نوجوان کو ساتھ لے کر جانے والے تھے میں نے ان سے پانی لانے کی درخواست کی جو انہوں نے قبول کر لی جب "پیرداکھارا" پہنچے اور وہاں سے پانی لانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ کون سا پانی لے جانا چاہتے ہیں میٹھایا کھارا۔ یہ سوچ میں پڑ گئے کہ نہ جانے چشتی صاحب نے کون سا پانی طلب کیا تھا؟ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ جلد ہی فیصلہ پہنچے اور دونوں پانی لے آئے۔

در اصل دو پانیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ اوپر پہاڑ پر پانی کا چشمہ ایک ہی ہے پانی بہنے کے بعد دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک پہاڑ کے بالائی حصہ سے سفر کرتا ہو نیچے وادی میں آجاتا ہے۔ یہ پانی میٹھا ہے اور وہاں کی آبادی عام طور پر یہی پانی استعمال کرتی ہے جبکہ چشمے کے پانی کا دوسرا حصہ پھر پہاڑ

کے اندر سے راستہ بناتا ہوا ٹھیک اس مقام سے باہر نکلتا ہے۔ جہاں حضرت پیر کرم شاہ ولی المعروف ٹوپی والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ ہے۔ یہ پانی اپنے تیز بہاؤ کے ساتھ دربار کے مشرقی حصہ سے قریباً دس پندرہ گز کے فاصلے سے گزرتا ہے۔ یہ پانی کھار رہے اور پتھری یا گردے کے مریض یہی پانی نوش جاں کھاتے ہیں اور پیٹ کے کئی امراض سے شفا پاتے ہیں۔

یہ دونوں قسم کے پانی میں نے محبوب احمد خاں صاحب کو دیئے جو واپٹر کو الٹی لیبارٹری سکارپس مونٹرینگ واپڈا کینال بنک مصطفیٰ آباد لاہور لے گئے۔ چند روز کے بعد جب رپورٹ لے کر تشریف لائے تو کئی ایک سائنسی ٹرمز ایسی تھیں جو میری سمجھ سے بالاتر تھیں کہ یہ خاکسار سائنس کا طالب علم نہیں ہے میری درخواست پر اسے اردو زبان میں آسان کرنے کا وعدہ کر کے چلے گئے یہ ایک علیحدہ داستان ہے کہ زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دائم کہ میرے یار کی زبان ترکی ہے اور ترکی مجھے آتی نہیں انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ سائنسی ٹرمز کو اردو میں آسان ترجمہ کرنے کے لئے بڑے بڑے آفسیسنر نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ہمارے ماہرین نے اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی اور اگر فرمائی ہے تو وہ اس سے بھی زیادہ دقیق ہے دراصل ہمارے ملک میں سائنسی تعلیم کے مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی انتہائی اہم ہے کہ ہم سائنس اپنے طالب علموں کو آسان زبان میں سمجھا نہیں سکتے۔ اس لئے بچے انگریزی ناموں اور ان کی تعریفوں کو رٹنے کے تکلیف دہ طویل عمل سے گھبرا جاتے ہیں اور آرٹس کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

بڑھ گئی بات، بات، کچھ بھی نہ تھی محبوب احمد صاحب کی چند روز کی محنت شاقہ کے بعد نہ جانے کس طرح اس کو کچھ نہ کچھ اردو زبان میں ڈھلنے کی کوشش کی اور میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک کامیاب کوشش تھی۔ ان کی بیان کردہ تفصیل

اصل رپورٹ کی وضاحت صفحات ذیل کی زینت ہے۔ اس رپورٹ کی فوٹو کاپی صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ پر ملاحظہ فرمائیے تاکہ اس منزل کے راہی کو ترجیحے کا سہارا لئے بغیر جائزہ لینے میں آسانی رہے جو حضرات اس شعبہ سے ناواقف ہیں وہ اس طویل تفصیل کو سمجھے بغیر کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے، اس لئے محبوب احمد خاں صاحب کی وضاحت یوں ہے۔

انہوں نے بتایا کہ ہمارے ہاں پانی کے تجزیہ کے لئے دو معیار مقرر ہیں۔ ایک امریکی ہے جسے U.S.A. سٹینڈرڈ کہتے ہیں اور دوسرے سٹینڈرڈ کو واپڈا سٹینڈرڈ کہا جاتا ہے۔ ہر دو سٹینڈرڈز پانی کی قسم کا تعین کرنے کے لئے تین قیمتیں مقرر کرتے ہیں۔ اگرچہ یو ایس اے سٹینڈرڈ کا معیار اور ہے اور واپڈا کا معیار اور ہے تاہم تینوں معیاروں کے نام ہر دو سٹینڈرڈز میں ایک ہی جیسے استعمال کئے جاتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

U.S.A. standard یو ایس اے سٹینڈرڈ

Electrical conductivity نمبر 1 EC یعنی

جسے ہم اردو میں ایکٹرکلی کنڈکٹیوٹی لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔

Sodium Adsorption Ratio یعنی SAR نمبر 2

جسے ہم اردو میں سوڈیم ایڈز آر لیشن لکھ اور پڑھ سکتے ہیں

Residual Sodium Carbonate یعنی RSC نمبر 3

جسے ہم اردو میں ریڈیڈ یول سوڈیم کاربونیٹ لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔
اب ان تینوں کی تعریف ملاحظہ فرمائیے۔

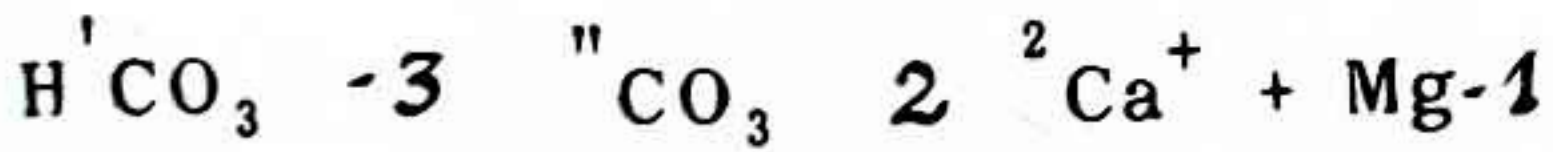
نمبر 1 EC کی تعریف یہ ہے کہ محلول کی وہ طاقت جو محلول میں سنبھلی گزرنے کے لئے رکاوٹ بنے ای سی کہلاتی ہے۔ اس کی مقدار کا تعین 25 ڈگری سنٹی

گریڈ پر مائیکرو موس پر میٹر میں کیا جاتا ہے۔ جسے انگریزی میں یوں لکھا جاتا ہے۔

"Micromhos/Cm at 25°C"

نمبر 2 SAR سوڈیم کے سطحی جذب ہونے کے تناسب کو ایس اے آر SAR کہا جاتا ہے۔

نمبر 3 RSC پانی میں موجود کیشیم + میگنیشیم سے زائد کاربونیٹ یا پانی کاربونیٹ کو آر ایس سی کہتے ہیں۔ جبکہ ان کی مقدار کا تعین ملی ایکولونٹ پر لیٹر میں کیا جاتا ہے۔



Mili equivalent / 8 liter - 4

ان تینوں معیاروں ان کی قیمت اور ان کی حیثیت ایک جدول کی شکل میں ملاحظہ فرمائیں۔

یو ایس اے سٹینڈرڈ ایک خاکے صورت میں،

کیفیت و حیثیت	Ec	SAR	RSC
Usable یوز ایبل اس کو ہم اعلیٰ قابل استعمل برائے صحت و فصل کہہ سکتے ہیں	0 - 750 صفر سے 750 تک micromhos/Cm at 25°C	0 - 6 صفر سے چھ تک	0 - 1.25 صفر سے ایک عشاریہ پچیس تک mili equivalent/liter
Marginal مارجینل یعنی درمیان پانی برائے صحت و فصل	750 - 1500 سات سو پچاس سے پندرہ سو تک	6 - 10 چھ سے دس تک	1.25 - 2.5 ایک عشاریہ پچیس سے دو عشاریہ پانچ تک
Hazardous ہزار ڈس صحت اور فصل کیلئے نقصان دہ	7 1500 یعنی پندرہ سو سے زیادہ	7 10 یعنی دس سے زیادہ	7 2.5 یعنی دو عشاریہ سے پانچ تک

بہتر نشان greater than گریٹر دین یعنی زیادہ کے
لئے استعمال ہوتا ہے۔

اصول :- اگر قسم کا تعین تینوں معیاروں کے عین مطابق ہو تو اعلیٰ
قابل استعمال پانی برائے صحت و فصل شمار کیا جائے گا۔ لیکن اگر بالفرض تینوں
معیاروں میں سے کوئی ایک ویلیو بھی گر جائے تو فائنل وہی ویلیو تصور کی جائے
گی جو گری ہوئی ہوگی جیسے EC اور SAR 750 اور 6 کے درمیان ہو لیکن
RSC 2.5 سے زیادہ ہو تو پانی کا معیار مضر صحت و فصل تصور کیا جائے گا اور
اس کے پہلے دو معیار EC اور SAR بالکل کا عدم تصور کے جائیں گے۔
اور اس کی ویلیو RSC کے مطابق Hazardous ہزار ڈس یعنی مضر
صحت و فصل ہوگی۔

اس U.S.A یو ایس اے یعنی امریکن سٹینڈرڈ کے مطابق پیرداکھا اسے
لائے گئے بہر دو پانی کے نمونوں کا تجزیہ درج ذیل ہے۔

نمبر 1۔ پانی کا نمونہ نمبر 1 Hazardous یعنی مضر صحت و فصل
کے زمرے میں آئے گا۔ کیونکہ اس کی

37.80 RSC + 61 SAR 30,000

ہے جو مضر صحت و فصل کے معیار سے بھی کہیں زیادہ ہے جبکہ Hazardous

ہزار ڈس کا امریکن سٹینڈرڈ EC 1500 ہے SAR 10 ہے اور RSC 2.5
ہے اور اس نمونہ میں EC پندرہ سو کی بجائے تیس ہزار ہے SAR دس کی بجائے

اکسٹھ ہے اور RSC دو اعشاریہ پانچ کی بجائے سینتیس اعشاریہ اسی ہے۔

گویا امریکن سٹینڈرڈ کے مطابق Hazardous کے معیار میں اس نمونے

کا EC بیس گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔ SAR چھ گنا زیادہ نقصان دہ ہے

اور RSC اٹھارہ بیس گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔

نمبر ۲ - پانی کا نمونہ نمبر ۲ کا 0.90RSC، 2.6 SAR 1200 EC ہے جو SAR اور RSC کے مطابق ہوتو usable یعنی اعلیٰ قابل استعمال پانی برائے صحت و فصل ہے لیکن اس کا marginal EC مارجنل یعنی درمیانی زمرے میں آتا ہے۔ اس کی مجموعی قیمت اور ویلیو marginal مارجنل یعنی درمیانی ہی تصور کی جائے گی اور اس کی SAR اور RSC کا عدم تصور ہوگی۔

اب قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ وہ پانی جو دنیا کی سب سے بڑی مملکت امریکہ کے تجربہ کا ہی معیار امریکن سٹینڈرڈ کے مطابق Hazardous ہزار ڈس یعنی مضر صحت و فصل کے زمرے سے چھ سے بیس گنا زیادہ تک نقصان دہ ہے۔ وہی پانی لاکھوں اور کروڑوں انسان پیتے ہیں۔ پی کر بیمار ہو جانا چلیے تھا۔ لیکن یہ بیمار نہیں ہوتے۔ بلکہ بیماری سے شفا پاتے ہیں اور بیماریاں بھی وہ جن کے لئے سپر چھاڑ کر کے جسم انسانی کو ناکارہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہاں ہینگ لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ بھی چوکھائے والی بات صادق آرہی ہے۔ دکھی اور مجبور انسانیت ڈاکٹروں کے ہوش رُبا ہنگے نسخوں کے ستم رسیدہ اور سپر چھاڑ کے کرہ ناک عمل سے خوفزدہ لوگ اس چشمہ فیض پر تشریف لائیں۔ نہ آپریشن کا خوف نہ ٹیکے کی تکلیف صرف پانی پیو کہ یہ نعمت رب حلیل ہے اور اس نعمت الہیہ غیر متزقبہ بصدقہ اولیاء اللہ حاصل کیجئے اور زندگی بھر آرام پائے اور بیماری کے وہ جرثومے جو ٹیکوں اور آپریشنوں کے بعد پھر زندہ ہو کر وبال جان بن جاتے ہیں۔ صرف پانی پیجئے اور ان جرثوموں کی موت کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کر لیجئے۔

اب ہم واپڈ اسٹینڈرڈ کے مطابق ہر دو نمونوں کے تجزیہ کا جائزہ لیتے ہیں۔ پاکستان بھر میں پانی کو صحت اور فصلوں کے لئے قابل استعمال یا ناقابل

استعمال یا usable یا Hazardous پانی کے تجزیہ کے لئے ایک جاں بچھایا جا چکا ہے۔ حتیٰ کہ زمینوں کی کیفیات بھی معلوم کی جاتی ہیں کہ کونسی زمین میں کیا خوبی ہے اور کیا نقص ہے اور اس نقص کو دور کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح پانی پر بھی تحقیقات ہوتی ہیں اور اگر کسی علاقہ کا پانی کسی ایک سٹینڈرڈ سے گرا ہوا ہو تو اس کو کس طرح قابل استعمال بنایا جاسکتا ہے اس تک و دو اور سعی و کاوش کو پاکستان میں واپڈ اسٹینڈرڈ کہا جاتا ہے اور پورے پاکستان میں ہر جگہ اور سطح پر واپڈ اسٹینڈرڈ کی راہنمائی میں پانی اور زمین پر تحقیقات و تجزیہ کا سفر کیا جاتا ہے۔ بلکہ دیگر اداروں کی نسبت واپڈ اسٹینڈرڈز کی تحقیقات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پیرا اکھا کے پانی کا تجزیہ واپڈ اسٹینڈرڈ کے مطابق ایک نقشے اور جدول کی شکل میں پیش خدمت خدمت ہے۔

واپڈ اسٹینڈرڈ

کیفیت و حیثیت	EC	SAR	RSC
usable یوز ایبل ہم اس کو اعلیٰ قابل استعمال برائے صحت و فصل کہہ سکتے ہیں	0 - 1500 صفر سے پندرہ سو تک micromhos / Cm at 25°C	0 - 10 صفر سے دس تک	0 - 2.5 صفر سے دو عشاریہ پانچ تک
Marginal مارجینل اس کو درمیانہ پانی برائے صحت و فصل کہہ سکتے ہیں	1500 - 2700 پندرہ سو سے دو ہزار سات سو تک	10 - 18 دس سے اٹھارہ تک	2.5 - 5.0 دو عشاریہ پانچ سے پانچ تک
Hazardous ہزار دھس اس کو صحت و فصل کے لئے نقصان دہ تصور کرتے ہیں	7 2700 دو ہزار سات سو سے زیادہ	7 18	7 5.0

✳ 7 یہ نشان greater than یعنی زیادہ کے لئے محفت کی علامت ہے۔

گذشتہ صفحہ میں EC کی تعریف کرتے ہوئے اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔

جن کی وضاحت بھی عام قاری کے لئے بہت ضروری ہے۔

1. محلول۔ جب دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا آمیزہ یک فیزی Homogeneous ہو تو اسے محلول کہتے ہیں۔

2. منحل۔ جو محلول دو اجزاء سے بنتا ہے۔ اس میں جس جزو کی مقدار مقابلتہ کم ہو۔ اس کو منحل کہا جاتا ہے اور جس چیز کی مقدار زیادہ ہو اس کو محلول (Solvent) کہا جاتا ہے۔

مثلاً : اگر ام چینی ۱۰۰ ملی لیٹر پانی میں حل کرنے سے جو محلول تیار ہوتا ہے اس میں چینی منحل اور پانی محلول کہلاتا ہے۔

PH : ہائیڈروجن آئن کی مولر مقدار کو اگر ۱۰ کی طاقت والے لاگ رقم کی صورت میں ظاہر کیا جائے تو یہ مقدار PH کہلاتی ہے۔

ریڈیکل : کسی ایٹم پر الیکٹرون کے اخراج یا جذب کرنے سے جب کوئی مثبت یا منفی بار آجائے تو ایٹم ریڈیکل کہلاتا ہے۔

واپڈ اسٹینڈرڈ کے مطابق پانی کا نمونہ نمبر 1 مکمل طور پر Hazardous

یعنی مضر صحت و فصل ہے کیونکہ اس میں SAR EC اور RSC تینوں hazardous

یعنی مضر صحت و فصل کے زمرے میں آتی ہے۔ اس کے برعکس نمونہ نمبر 2 کی

تینوں ویلیوز اور قیمتیں SAR 1200 EC اور RSC 2.6 اور RSC 0.90 ہے جو پانی کی

usable یعنی اعلیٰ قابل استعمال برے صحت و فصل کے زمرے میں آتا

ہے۔ لہذا اس کی کوالٹی اور قسم قابل استعمال یعنی usable ہے۔

اب امریکن سٹینڈرڈ کی طرح واپڈ اسٹینڈرڈ کی تحقیق کے مطابق دیکھیں تو چند ایک حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں۔

۱۔ کہ خدائے بزرگ و برتر علیٰ کُل شئی قَدِیْر۔ جو ہر اس چیز کو جس کو دنیا کی تمام تجربہ گاہیں انتہائی تکلیف اور نقصان دہ ثابت کرتی ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ صحت کے لئے اس قدر مفید بنا سکتا ہے کہ مضر صحت و فصل اجزا بھی موجود رہیں اور اور صحت و تندرستی کی دولت سے بھی دنیا مالا مال ہو رہی ہو۔

۲۔ جو کچھ فہم لوگ اویاء اللہ کی کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ قدرت کے اس کرشمے کے آئینے میں اپنے عقیدے کے چہرے کی جھریوں کو صاف پڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ ان کی تعداد بھی گن سکتے ہیں۔ ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان اللہ والوں کے شفاخانوں میں تشریف لائیں اور اپنے عقیدے کے چہروں کی جھریوں کو یقین محکم کے میک آپ سے صاف کر لیں۔

۳۔ دنیا میں جہاں کہیں ایسے چشمے، مٹی یا پتھر شفا کے موجب ملتے ہیں اب اس کی جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے تحقیق و تجزیہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اس مذکورہ تحقیق سے جہاں ہو اگر ان شفاخانوں کی اشیاء میں کوئی ایسا نسخہ یا دوا گھول نہیں دی گئی جن سے شفا ملتی ہے۔ بلکہ رب قدیر نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان اشیاء میں مضر صحت و فصل اجزا و اشیاء کی دھول خصوصاً محفوظ رکھی ہے۔ تاکہ منکرینِ خدا کو بھی یقین ہو جائے کہ کوئی ذات ایسی ضرور ہے جو مضر چیز کو مصلح بنانے پر قادر ہے۔ وہ ذات کونسی ہے۔ وہ وہی ذات ہے جسے اہل اسلام "اللہ" کے مقدس نام سے یاد کرتے ہیں۔

۴۔ بھولی بھٹکی مخلوق خدا کو فاذا کُرونی اذاکُرد کی عملی تفسیر کے معجزے دکھانا مقصود ہے۔ اِنِّیْ تُبْصِرُوْنَ۔ کہ دیکھ رہے ہو۔ ذرائع ابلغ عامہ سے

ادویات اور ڈاکٹروں کی تشہیر سے اپنے اذہان میں یہ بات بٹھالینے والو! کہ بس اب اسی دوا یا اسی سپیشلسٹ ڈاکٹر سے ہی شفا مل سکتی ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ شفا ڈاکٹروں حکیموں طبیبوں کی جھولی میں نہیں۔ شفا تو خدائے قدوس کی پناہ میں ہے۔ لوٹ آؤ۔ واپس لوٹ آؤ۔ اگر قادر مطلق مہربان ہو گیا۔ تو دوا میں شفا کے اثرات بھی ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اگر اس سے منہ موڑ لیا اور ادویات یا سپیشلسٹوں پر انحصار کر لیا تو یاد رکھو، مرض بڑھتا جائے گا جوں جوں دوا کرتے چلے جاؤ گے۔

۵۔ اور ہاں دیکھو جو لوگ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کے ذمے میں آگئے اور پھر اسی کی یاد میں دنیا و مافیہا سے غافل ہو گئے۔ ان کو ہم حیاتِ دوام بخشے ہیں۔ پھر ان کے قدموں کے صدقے مضرتیاء بھی مصلح بن جاتی ہیں۔ ان کی یاد محفوظ رکھنے کے لئے ہمارے انوکھے انداز ہیں۔ ان کے مقابر مزارات مہبط انوار الہیہ بن جاتے ہیں۔ وہ جہاں رہتے ہیں۔ ان کا قرب و جوار باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ دکھی انسانیت ان کے قدموں میں آکر دولت سکون سے جھولیاں بھرتی ہے۔ تم بھی آؤ اور فا ذکر و فی اذکس کم کی تفسیر کے مزے لوٹو۔

۶۔ جن لوگوں نے اللہ والوں اور انبیاء کرام کو مکر مٹی میں مل جانا ثابت کرنے کے لئے اپنے دل کی سیاہی سے لاکھوں صفحات کتب سیاہ کر ڈالے ہیں۔ ان کے لئے یہ حقائق اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ و استغفار کا باعث بننے چاہئیں۔ کہ لے دیدہ کورو۔ یہ مکر مٹی میں نہیں مل گئے۔ بلکہ ان کے قدموں کی دھول بھی حیاتِ افروز ہے۔ اصحابِ کھت صدیوں لیٹے رہے۔ زمانہ اپنی پوری رفتار سے اپنی منزل کی طرف طرف رواں دواں رہا۔ سینکڑوں شبِ روز

نے دم توڑے۔ لیکن یہ کروٹیں بدلتے رہے۔ یہ نہ صرف خود زندہ رہے بلکہ ان کے ساتھ رہنے والی ایک نحس مخلوق کتا بھی جیانی جاوداں پا گیا۔

عقل خرد کے پیمانے ٹوٹ گئے۔ ان کی بنیاد پر منصفہ شہود پر آنے والی تمام تجربہ گاہیں اور لیبارٹریز خطرے کی گھنٹیاں بجا رہی ہیں اور زبان حال سے چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ لے دیو انوا کھٹرو، آگے نہ بڑھنا۔ یہ سپرد اکھار اشفا خانہ نہیں موت کا کنواں ہے۔ اس کا پانی شفاء کا حامل نہیں۔ مہلک بیماریوں کی پٹاری ہے سینکڑوں تکالیف اور دکھوں کے اثر ہے منہ کھولے تمہارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ اس پانی کو آب حیات نہ کہنا۔ یہ جام جام خانہ خراب ہے۔ سائنس کی رسائی جہاں تک تھی۔ اس نے اپنی اتہا کو پہنچ کر آواز دی۔

ایتھوں تیک غلام دی حد آہی

جانا اساں دا نہیں مقدر آگے

میری رسائی یہ ہے کہ پانی آب حیات نہیں آبِ مہمات ہے۔ یہ پانی کے معیار سے بھی بیس گنا زیادہ خطرناک ہے۔ بچو بچو۔ لوگو

بچو۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل

لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اے خم خانہ عقل و خرد کے مدہوشو! اے تجربہ گاہوں کی اندھی دلدل میں پھنسنے والو! اے جدید ٹیکنالوجی اور میڈیکل تھیوری رٹھنے والو، ہم تمہیں چیلنج کرتے ہیں۔ ان روحانی شفا خانوں کے پانی۔ ان کی مٹی۔ یہاں کے پتھر تمہارے سامنے رکھتے ہیں۔ بخدا ان میں موت نہیں حیات ہے، بیماری نہیں شفاء

ہے۔ تذبذب نہیں یقین محکم ہے۔ ان میں درد نہیں بلکہ یہ خود دار وہیں۔

البتہ اس معرکہ کو یوں حل کر لو کہ اصل شفا اور ضرر کسی چیز میں نہیں۔
اگر ہوتی تو ہر گولی جس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے وہ مقصد ہر
ایک کو ہر جگہ اور ہر وقت پورا ہوتا چاہیے تھا۔ صحت کی گولی سے صحت ملتی
اور موت کی گولی سے موت آتی۔ لیکن دنیا شاہد ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ تو اس کا
حل موجود ہے۔ آج سے نو سو سال پہلے عارف رومی حضرت مولانا جلال الدین
رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشیاء کی ماہیت پر گفتگو کرتے ہوئے فیصلہ سنا دیا
فرماتے ہیں۔

از محبت تلخ شیریں می شود از محبت مس ہا زریں می شود
از محبت نار نورے می شود از محبت دیو حورے می شود
از محبت خار گلشن می شود

یعنی چیز کی ماہیت نہیں بدلتی بلکہ اس کے استعمال کرنے والے کے
دل کی آواز اور دھڑکنیں اسے یکسر بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ اگر اس کے ہمارے
خانہ دل میں محبت و الفت کی شیرینی ریح بس جائے، یقین محکم راسخ ہو جائے
تو ہر کڑوی چیز بھی میٹھی معلوم دینے لگتی ہے۔ مس خام تانبا سوسے کا وہ
دھار لیتا ہے۔ یہی محبت آگ کی تابشوں کو نور عرفان سے بدل دیتی ہے۔
اس محبت کی نگاہ سے دیکھنے والے کو دیو نظر نہیں آتا۔ بلکہ دیو حور کی شکل اختیار
کر لیتا ہے۔ کیا تمہیں خبر نہیں۔ محبت کے لئے محبوب کی راہ کے خار گلستان
بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف کچھ یوں بھی ہوتا ہے۔

مطمئن ہو دل تو دیرانوں کے سناٹے بھی گیت
دل اُجڑ جائے تو شہروں میں بھی تنہائی بہت

اگر تیرا دل دولت عشق و محبت سے خالی اور حراماں نصیب سے تو پھول
 کی نزاکت و نکہت اور بھیننی بھیننی مہک تیرے لٹے بے کار ہے حقیقی ماں کے
 لئے اس کا لخت جگر کیسا بھی ہو۔ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ دل میں اس کے چہرے
 کی سیاہی یا بھیننگا پن یا بد صورتی نفرتیں پیدا نہیں کرتی۔ بلکہ محبت کے زمزمے
 بہاتی ہے۔ اس کی تو تلی زباں سے نکلا ہوا لفظ "اماں" حقیقی ماں کے جذبات
 محبت میں ایک طوفان بنا کر دیتا ہے۔ وہ اپنے ننھے کالے کلوٹے نو نہال کو بھی
 میرالال کہہ کر اٹھا لیتی ہے اور سینے سے چمٹا کر گھنٹوں محبت و الفت کے مزے
 لیتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایک سو تلی ماں کے سامنے حسن و
 جمال کا شاہکار بچہ لاکر کھڑا کر دیں۔ اس کے پیکر جمال کو اعلیٰ سیرت و کردار کے
 زیور سے مزین کر دیں اس کی ننھی سی زبان کو فصاحت و بلاغت کی مٹھاس سے
 بھر دیں پھر اس بچے سے کہئے کہ اب اپنی اس سو تلی ماں کو بڑی ہی فصاحت و
 بلاغت کے ساتھ میری پیاری والدہ ماجدہ بزرگوار کہہ کر پکارو۔ پھر
 پھر دیکھیں اس سو تلی ماں کے جذبات میں وہ ہیمجان پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں۔
 کہ وہ فوراً اٹھے۔ اس کے دل کی دھڑکتیں تیز ہو جائیں۔ وہ لپک کر میرالال کہہ
 کر اُسے سینے سے چمٹا لیتی ہے یا نہیں۔ کیا اس کا دودھ اس لاڈلے کے لئے
 چھاتی سے جوش مارتا ہے یا نہیں۔ نہیں دوستو! ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا
 اس چھاتی میں دودھ بھی ہوگا۔ جذبات محبت بھی ہوں گے۔ تڑپ بھی ہوگی
 لیکن کس کیلئے؟ اس سو تلی بچے کے لئے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ بلکہ کسی اور
 بچے کے لئے

گوریا محبت نار کو گلزار دیو کو حور تلخ کو شیریں اور مس خام کو سونا بنا دیتی
 ہے۔ اگر یہی محبت ذات خداوندی کیلئے دل کے کسی نہاں خانے میں موجود ہو تو

اُس دل کی دھڑکنیں صدائے بے آواز میں فریاد کرتی ہیں کہ لے میکر مالک! شہد کو دولتِ شفا سے مالا مال کرنے والے۔ لے آگ کو حد میں بخشنے والے۔ اے سورج کی شعاعوں کو تپش بخشنے والے۔ پھر اسی تپش سے پھلوں میں مٹھاس پیدا کرنے والے آج میں تیرے اس تیک بندے کے آستانے پر حاضر ہوا ہوں۔ سنا ہے۔ اس نے زندگی بھر تجھے ناراض نہیں کیا۔ جو زندگی بھر اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ کا پیکرِ جمال بنا رہا جس نے تیری رضا کے سامنے ہمیشہ تسلیم کیا۔ آج تو اپنے اس برگزیدہ بندے کے قدموں کی خاک کو خاکِ شفا بنا کر اس کے ہاں بہتے والے کھارے پانی کے چشمے کو دکھوں اور تکلیفوں سے نجات دینے والی شیرینی عطا فرما سکتا ہے۔ پھر تو خود اس کے اثرات دیکھ سکتا ہے۔

۵ گفتگو یکساں نہ باشد غافل و ہوشیار را

در نفس باشد تفاوتِ خفت و بیدار را

غرض یہ روحانی شفا خانے کفر و ترک میں مبتلا نہیں کرتے۔ بلکہ خدائے بزرگ و برتر کے وجود کے اقرار کا سبق دیتے ہیں۔ اس کی قدرتوں پر ایمانِ مستحکم کا سبب بنتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی جھلک ہر جگہ نظر آنے لگتی ہے۔ جن لوگوں کے ایمانوں کی دیواروں میں شکوک و شبہات کی دراڑیں پڑی ہوئی ہوں ان کے ایمان کی دیواروں کو استحکام بخشنے کے بہترین ذرائع ہیں۔ مجھے یاد آیا دورِ حاضر کے عظیم انشا پر دار، اصلاح کے مترجم اور بے شمار ضخیم کتابوں کے مصنف حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ بہت دیر پہلے کی بات ہے کہ میرا سنگھ سوڈیوال جو کنگن پور اور بصیر پور شریف ضلع قصور کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن ہے وہاں ایک فقیر سائیں چائن تشریف رکھتے ہیں۔ وہ ہر دکھ درد کے

مریض کو پینے تل کے پانی سے سکھ اور آرام کا چانتا بانٹتے ہیں۔

ملک ماہی دا و سے

کوئی روے تے کوئی ہستے

میسے کر ماہی کے ملک کی دکھیا سنسار وہاں آتی اور سائیں چانن اپنے تلکے
سے ایک بوتل پانی بھر کر دے دیتے اور کہتے جاؤ پیو آرام آجائے گا یہ سلسلہ
اس قدر دراز ہوا کہ حکیموں، طبیبوں کا کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ اطباء اور ڈاکٹروں
نے سائیں چانن کے خلوات گورنمنٹ کو درخواستیں دیں کہ کئی بار نلکا اکھر طوایا
گیا کہ اس میں کیا دبا رکھا ہے۔ اس کی تہہ میں کونسی دوا محفوظ کر دی گئی ہے
یا اس کے پانی میں کونسی ادویات گھول دی گئی ہیں۔ لیکن وہاں سے نہ دوا
تکلی نہ دارو وہاں تو بس مخلوق خدا کو آرام و سکون بانٹنے والا درد محفوظ کر
دیا گیا تھا جو وہ مفت بانٹتے تھے۔ لوگ آتے درد کی اس دولت کو دونوں ہاتھوں
سے لوٹتے اور ہر قسم کے درد سے نجات پاتے۔ کبھی کبھی سائیں چانن صاحب
کسی کو دو دو بوتل بھی پانی بھر دیتے۔ گویا جاو خوب جی بھر کر دوا استعمال کرو۔
مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری فرماتے ہیں چونکہ عرصہ سے بیمار
رہتا ہوں ۛ دیکھا جوان کو بانٹتے میں نے بھی بڑھ کر شوق سے
دستِ عطا کے سامنے دستِ طلب بڑھا دیا

میں درد کا مارا بھی وہاں جا پہنچا۔ بندہ کو پانی کی ایک بوتل بھر کر دے دی
پانی پیو۔ پھر گیا۔ پھر پانی لے آیا۔ لیکن آرام آنا تھا نہ آیا۔ ایک روز میں نے عرض
کی کہ ایک دنیا آرام پارہی ہے لیکن میرے نصیب میں آرام نہیں ہے فرماتے
لگے، مولانا شریف رکھیں۔ بعد میں آرام سے گفتگو کریں گے۔ جب لوگ
چلے گئے تو مجھے اپنے قریب بٹھالیا اور فرمایا۔ آپ جب پہلے روز تشریف

لٹے تھے۔ مجھے اسی روز سے علم تھا کہ ابھی آپ کو آرام نہیں آئے گا۔ لیکن سوچا نیک آدمی ہے۔ اسی بہانے آتا رہے گا۔ زیارت ہوتی رہے۔ خوب ملاقات رہے گی۔ اب جبکہ شکوہ آپ کی زبان پر آ ہی گیا ہے تو میں بھی خاموش نہیں رہ سکتا آپ کے نصیب اور قسمت میں ابھی آرام نہیں۔ یہ بھی بتانے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ آپ کو آرام کب آئے گا۔ البتہ موت سے پہلے آپ اس دکھ سے نجات ضرور پائیں گے۔

میں ان کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا اور واقعی ابھی تک میری وہی حالت ہے کہ آپ جیسے دوست (راقم الحروف کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے) مجھے مریض الامت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن میرا یقین ہے کہ ایک مردِ قلندر سائیں چائن کے فرمان کے مطابق مجھے شفا ملے گی اور ضرور ملے گی۔ اس لئے کہ ہمارا عقیدہ ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

نہ جانے اب سائیں چائن حیات ہیں یا وفات پا چکے ہیں جب سے کھڑیاں شہر چھوٹا ہے۔ اس طرف جا ہی نہیں سکا۔

اختر شاہ جہان پوری کی گفتگو سے بھی زیادہ حیران کن بات اور بھی ہے وہ یہ کہ سائیں چائن تو صرف ایک نلکے سے ہر بیماری کے لئے پانی دیتے تھے۔ راقم الحروف نے خود اس سے بھی عجیب تر واقعہ اپنی آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا ہے۔ حضرت قبلہ سید اسماعیل شاہ بخاری کرمانولے رحمۃ اللہ علیہ اکثر بیمار رہتے تھے۔ چار پانی پر لیٹے رہتے۔ بندگانِ خدا آپ کی محفل میں یوں خاموش دوزانو بیٹھے ہوتے جیسے ساپ سونگھ گیا ہو۔ ایسا وہ احترام بہت کم محفلوں میں دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ آپ کی

عادتِ کریمہ تھی جب کوئی ملنے حاضر ہوتا تو اس سے اپنے مرض کے متعلق پوچھتے۔ بلیا
 تینوں کوئی ایسی بیماری دالسخہ اوندائے (دوست تمھیں اس بیماری کا کوئی نسخہ آتا
 ہے) ہم پنجابی لوگوں میں تو ہر ایک ڈاکٹر ہوتا ہے۔ ہر مرض کے لئے دو چار نسخے
 تو ہم ضرور یاد رکھتے ہیں۔ کسی کو کسی مرض میں مبتلا دیکھا۔ فوراً نسخہ بتا دیا یہاں
 مسئلہ اٹا تھا۔ خود میرے محفل نسخہ پوچھ رہا تھا۔ جس سے پوچھتے کوئی نہ کوئی نسخہ بتا دیتا۔
 جناب اب یہ نسخہ حضرت صاحب کے ہاتھ آجاتا تو اس نسخہ کی خیر نہیں۔ اب کوئی
 مرید اگر اپنی تکلیف کا رونا روتا تو آپ اس کو وہی نسخہ بتا دیتے۔ پیٹ
 کا درد، یا کان کا، سر میں تکلیف ہو یا ٹانگ میں۔ ہر ایک کو یہی نسخہ بتایا جا رہا
 ہے۔ لوگ استعمال کر رہے ہیں اور شفا پا رہے ہیں۔ لوگ حیران بھی ہوتے تھے
 کہ اس دوا کا اس مرض سے کیا تعلق۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اصل شفا
 دوا میں نہیں۔ اثر تو زبانِ فرید میں ہے۔ زبانِ فرید سے جو نکلا وہی ہوگا۔
 لہذا ہوتا تھا، ایک دنیا گواہ ہے۔

پانی کے اثرات کے تذکروں میں ایک پانی اور بھی معلوم ہوا۔ میرے
 رفیقِ کار جناب مہر دین بھٹی صاحب مسلم فیڈرل گورنمنٹ عابد مجید پرائمری
 اسکول آر۔ اے بازار لاہور چھاؤنی نے ایک بار بتایا بلکہ بارہا اپنے شہر کھڈیاں
 آنے کی دعوت دی۔ لیکن خاکسار تادمِ تخریب وہاں نہ جاسکا۔

کہ ہمارے ہاں ایک بزرگ کا مزار ہے۔ ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے۔ اس
 کے پاس ہی ایک کنواں ہے۔ اس کنوئیں کا پانی بیٹھنے کے مریضوں کے لئے
 نیرہدف ہے۔ بلکہ جو کوئی شخص اس کنوئیں کا پانی پی لے۔ اس کو ساری عمر
 بیٹھ نہیں ہوتا۔ کھڈیاں شہر کی آبادی کا اکثر حصہ وہاں ہی حضرات پر مشتمل ہے
 لیکن حقیقت تو وہی ہوتی ہے جو سرچرھ کر بولے۔ دنیا اس پانی

Summary of

Lab. No.	Date sampled	Source	Depth		Milliequivalents per						
			Time	run	Ca	Mg	Na	K	Co ₃	HCO ₃	Cl
I					29.00	12.00	278.00		0	3.20	314.00
II					3.80	3.70	5.10		0	6.60	6.00
					Sample No.		I			is	
					Sample No.		I			is	
					SAR:- 0 - 10 (Usable)						
					10 - 18 (Marginal)						
					> 18 (Hazardous)						

[Signature]
 RESEARCH
 Planning &
 WAPDA, Govt.

کو نوش جاں کرتی ہے اور شفا پاتی ہے۔

عرض بزبان اقبال :-

”یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب کہاں تو ہے جب تیری سوتح کا
رُخ خدائے بزرگ و برتر کی طرف ہو گیا۔ جب تجھے یہ یقین کی نعمت مل گئی
کہ اصل شفا کا حامل خالق کائنات ہے تو پھر ایک راکھ کی مٹھی بھی تیرے لئے
شفا کا پیغام ہوگی۔“

۸۔ ڈاکٹر عبد الحمید حامد صاحب نے میری توجہ اس طرف مبذول کرانی کہ ضروری نہیں
کہ ہر وہ چیز جو صحت و فصل کیلئے مضر اور نقصان دہ ہو۔ وہ ہر وقت اور ہر ایک
کے لئے نقصان دینے والی ہو۔ بلکہ بعض اوقات وہ چیز جو سب کے لئے تکلیف دہ
ہے وہی چیز کسی اور کے لئے پیغامِ شفا بھی ہے۔ کینسر کا انجکشن عام حالات
میں صحت مند شخص کے لئے سم قاتل ہے۔ لیکن کینسر کے مریض کے لئے وہ شفا
کا باعث ہے۔ اسی طرح ٹی بی کی ادویات قاتل کے لئے اور فالج کی ادویات
بلڈ پریشر کے لئے نقصان دینے والی ہیں۔ بلکہ سم قاتل ہیں۔ بلکہ بعض ادویات
اور انجکشن ایسے بھی ہیں کہ ان کے استعمال سے معالج کو معاثرہ کرنا پڑتا ہے کہ آیا
یہ دوا یا انجکشن اس مریض کے لئے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ ہے۔
جیسے پنسلین اور ٹیسٹس کا انجکشن دیوہ کرنے والے کو موخر الذکر ٹیکہ لگایا جاتا
ہے۔ البتہ بعض ایسے اشخاص بھی ہیں جن کیلئے سخت تکلیف دہ ہے۔ دودھ
اور خالص گھی ہر ایک کے لئے مفید ہے اور قوی دماغ و اجزائے انسانی
ہے۔ لیکن ایک شخص کا معدہ درست نہیں تو یہی دودھ اور گھی اس کیلئے
جان لیوا بن جلتے ہیں۔ زہر ہر ایک کے لئے زہر تو نہیں کسی نہ کسی کے لئے
تریاق بھی تو ہوتا ہے۔

بعینہ "پیردا کھاڑا" کے کھاری پانی کا مسئلہ ہے کہ وہ خواہ وہ جدید ٹیکنالوجی
میں صحت و فصل کے لئے بہت نقصان دہ ہو لیکن ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ
اس کے دوسرے اجزاء جن کی تشخیص کا تذکرہ اس رپورٹ کے دوسرے
خانوں میں موجود ہے کی وجہ سے بعض حالات میں بعض مریضوں کے لئے کسی
مرض میں فائدہ بھی دے ڈالے۔ اگر طبِ جدید کا کوئی ماہر اس رپورٹ پر
بنظر عمیق مطالعہ کے بعد ان کے خصائص سے مطلع فرمائے تو راقم الحروف
کی عزت افزائی ہوگی۔

تعارف

راجا رشید محمود صاحب

موصوف ایم۔ اے اردو ہیں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ میں سینئر ماہر مضمون ہیں
 سہ ماہی "فروزاں" کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ماہنامہ "استانہ پاک" اور ماہنامہ "نعت"
 کے ایڈیٹر ہیں۔ "مجلس سخن" کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کے بانی
 ہیں اور سیکرٹری بھی۔ اٹھارہ معروف کتابوں کے مصنف ہیں۔ نعت گو شاعر ہیں
 تحت اللفظ پڑھتے ہیں۔ ان کے بچے ان سے تحفے کے طور پر بھی نعت ہی کی
 فرمائش کرتے ہیں۔ ان کے والد ماجد راجا غلام محمد مرحوم ادارہ ابطال باطل
 کے صدر تھے اور معرکہ الآراء کتاب "امتیاز حق" کے مصنف تھے۔

انسٹریو

ہم درد سے نجات

میرے مخلص اور بے لوث ساتھیوں میں سے ایک صاحب تسنیم الدین احمد ہیں۔ ان کے دل میں اکثر یہ خواہش چٹکیاں لیتی رہتی کہ مجھے وہ راجہ رشید محمود نامی شخصیت سے متعارف کرائیں اور کئی بار اس سلسلہ میں گفتگو بھی ہوئی۔ لیکن وہی میری روایتی عدم اعتمادی، عدم دلچسپی اور سستی و کاہلی آڑے آئی۔ تسنیم الدین صاحب جس انداز سے اُن کا تذکرہ کرتے۔ اس ہیولے جیسے لوگوں سے کئی بار اپنے دل کو کرچی کرچی کر چکا ہوں۔ اب چونکہ اس دل کا کوئی ایک ٹکڑا ایسا نہیں تھا۔ جس میں مزید شکست و ریخت کا عمل دہرایا جاسکے۔ اس لئے گریزاں گریزاں طرح دے جانا۔

ایک دن میرے دل میں ایک درد سا اٹھا۔ نہ جانے لوگ اُسے کیا نام دیں دراصل اس درد میں لذت بھی ہے بے چینی بھی سکون بھی ملتا ہے اور ٹیسس بھی اٹھتی ہیں۔ تڑپ بھی پیدا ہوتی ہے مزا بھی آتا ہے۔ یعنی فراق کے تکلیف دہ لمحات راحت جاں بھی بنتے ہیں اور آنسوؤں کی جھڑی بھی لگتی ہے اور چہرہ تبسم کناں بھی رہتا ہے۔ یہ درد یادِ محبوب کا تھا جو کبھی کبھی دل میں چٹکی لے کر خوابیدہ تاروں کو چھیر چھاڑیہ جاوہ جا۔ بس جی چاہتا ہے۔ ایسے میں کوئی درد آشنا ملے جو اس کو مزید جلا بخشنے۔ اسی کیفیتِ جستجو میں تسنیم الدین صاحب کے ہاں کینال

پارک پہنچا جسرتِ ناتمام کا اظہار کیا اور وہ مجھے وہاں لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں لے جانے کے لئے ایک عرصہ سے بے چین تھے۔ یعنی راجہ رشید محمود نامی شخصیت کے پاس۔ ہنستا چہرہ، شریہ لہجہ، دل، دلنواز، آنکھیں عشقِ محبوب کی غمازی کے از حلقہ بگوشانِ احمد مختار۔ اور میں غلامِ غلامانِ احمد مختار وہ اس درد سے مالا مال اور میرے پاس دو اشکوں کی متاعِ حقیر۔ منزلِ شوق ان کی نظر میں اور میں بھٹکا ہوا رہا ہی۔ وہ خواجہ کون و مکاں کا نعت گو اور نعمت خواں اور یہ ناچیز حراماں نصیب۔ شاید یوں ہوا ہو کہ سب غلامِ غلامانِ احمد مختار کو آوارگی سے بچانے کے لئے ایک رسی مل گئی۔ دو اشکوں کی متاعِ حقیر کی قیمت پڑنے کا وقت آ گیا ہو۔ ایک بھٹکے ہوئے راہی کو منزلِ مقصود تک پہنچنے کی امید لگی۔ اس ناچیز حراماں نصیب کے شاید نصیب جاگے۔

وہ اپنی کتاب "نعتوں کی آئی" لئے بارگاہِ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ تسنیم الدین احمد بھی ساتھ ہوئے۔ آنسوؤں کے سیلاب میں وہ لوگ "نعتوں کی آئی" کی قدر سے آشنا، مجھے بھی ساتھ اس بہاؤ میں لے جانے میں مصروف۔ وقت ٹھہر گیا۔ نبضیں چلتی رہیں۔ قلبِ حزیں۔ بحرِ لذت و سرور میں غوطہ زن اور رات کا ایک کثیر حصہ اسی کیف و مستی میں بسر ہو گیا۔ یہ پہلی ملاقات تھی اور دورانِ گفتگو "روحانی شفا خانے" کتاب کا تذکرہ ہوا تو گویا ہوتے کہ میرے والد ماجد راجہ غلام محمد صاحب کی ٹانگوں میں شدید درد رہنے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں بھی ایک "روحانی شفا خانے" سے شفا ملی۔ میں دوبارہ ملاقات کا وعدہ لے کر گھر واپس ہوا۔

اگست ۱۹۸۷ء کو دوبارہ حاضر ہوا۔ تو راجہ رشید محمود صاحب نے فرمایا

کہ والد صاحب جناب راجہ غلام محمد صاحب ضعیف العمر ہیں۔ ضعیفی بذات خود ایک بہت بڑا عارضہ ہے۔ دونوں ٹانگوں میں درد کا شدید احساس رہنے لگا۔ دوا دارو کرتے۔ لیکن شفا نہ ہوتی۔ فرمانے لگے۔ میرے ایک دوست چودھری محمد ضعیف صاحب غریب ال سمنٹ فیکٹری لاہور ایجنسی میں ملازم ہیں ان کے بھائی چودھری محمد لطیف صاحب محکمہ اوقاف میں مینجر ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ضلع اٹک میں ایک مزار ہے۔ اُس مزار سے ایک "روڑا" یعنی پتھر لے آئیں۔ درو کی جگہ پھیریں آرام آجائے گا۔ میں نے ان کی یہ بات ہنس کر ٹال دی۔

نئے زمانے میں آپ کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

انہوں نے میری بات کا بُرا نہ مانا اور چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ خود ہی وہاں سے ایک پتھر لے آئے۔ میں نے سوچا کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں ہاتھ پہ سرسوں جمالتا ہوں تو اس کو آزمانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے آگے ہاتھ پھیلا دو۔ اگر ہاتھ پہ سرسوں جم جائے تو سچا، ورنہ جھوٹا۔ لہذا اگر یہ پتھر آہی گیا ہے تو اس کے آزمائے لینے میں حرج ہی کیا ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟

چشتی صاحب! نہ جانے کیا ہوا۔ اس چھوٹے سے پتھر کے ٹکڑے کو والد صاحب کی ٹانگ کے ساتھ مس کرنا تھا کہ ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہو گیا۔ عرصہ دراز کا شدید درد یکسر ختم ہو گیا اور والد صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے۔

چند روز بعد کا ذکر ہے کہ میں کسی سفر سے واپس لوٹا۔ گھر پہنچا تو میری کمر میں شدید درد اٹھا۔ میں نے ازراہ تفتن طبع بچوں سے کہا لاؤ وہ پتھر میری کمر پر مارو بچے ہنستے ہوئے گئے اور پتھر لے آئے۔ جاٹے درد پر لگایا تو جیسے کسی نے درد کو میرے جسم سے چھین کر نکال باہر کیا ہو۔ دل میں آئی اور آئی

بھی چابیٹے تھی کہ اس بزرگ کا کتنا تصرف ہے کہ برسوں سے محو خواب ہے۔ منوں مٹی کے نیچے دفن ہے۔ ہزاروں لوگ یہ پتھر اٹھا کر لے گئے ہونگے اور ہزاروں نئے پتھر اس جگہ رکھے گئے ہوں گے، اور میں یہاں سینکڑوں میل کی مسافت پر بیٹھا اس پتھر سے شفا پا رہا ہوں۔ واہ میرے خالق تو نے اپنے نیک بندوں کو کتنا نوازا ہے کہ بعد از وصال بھی دکھی اور محبوبانیت کو فیض یاب کر رہے ہیں اور جو شخص ان کے آستانہ پر آس لگا کر جاتا ہے راحتیں سمیٹ کر لاتا ہے۔

مزید فرمانے لگے وہ پتھر ہمارے گھر میں موجود ہے جب بھی جسم کے کسی حصہ میں گھر کے کسی فرد کو درد کا احساس ہوتا ہے وہ پتھر جائے تکلیف پر لگاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

یہ حیران کن واقعہ مجھے کشاں کشاں چودھری محمد حنیف صاحب کے ہاں غریب وال سیمنٹ فیکٹری لاہور ایجنسی نزد گنکارام ہسپتال لے گیا۔ انہوں نے بتایا کہ میسر بھائی صاحب آجکل عید الاضحیٰ کی تعطیلات منانے کے سلسلہ میں گھر آئے ہوئے ہیں۔ آپ خود ان سے ملاقات کر لیں۔
چودھری صاحب کے ذریعے ان سے وقت مقرر کیا اور ۱۲ اگست ۱۹۸۷ء کو ان کے ہاں جا پہنچا۔

تعارف

چودھری محمد لطیف صاحب
محکمہ اوقاف میں ہیں، اور آج کل نتھے شریف، تحصیل کہوڑہ
ضلع راولپنڈی میں منیجر ہیں۔ سیدھے سادے اور شریف
انسان ہیں۔

ریالتش گاہ :- مکان E/۳۱۷ گلی ۸ مدینہ کالونی۔ والٹن روڈ
لاہور، چھاؤنی۔

انسٹریو

راجہ رشید محمود صاحب کے حوالے سے چودھری محمد لطیف صاحب سے ملاقات ہوئی، اور وہ پتھر کے ٹکڑے "روڑے" کا حیرت انگیز واقعہ کا تذکرہ ہوا، تو گویا ہوئے۔ چشتی صاحب! یہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اُن بزرگوار کا اسم گرامی بابا میاں فیروز ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آستانہ :- گاؤں مٹھیال تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک۔ یہ مقام کوہاٹ روڈ پر واقع ہے۔ یہ آستانہ چوک بساں المعروف مٹھیال چوک سے دو کلومیٹر ہے۔ راولپنڈی پیرودھائی سے کوہاٹ جانے کے لئے بسیں کثیر تعداد میں ملتی ہیں

بیں دو سال اس دربار شریف پر منبج رہا۔ ہر نئے چاند کے پہلے جمعہ کو میلہ سا لگا ہوتا ہے۔ بے شمار مخلوقِ خدا درود کرب کا شکر وہاں آتی ہے۔ ہنستے مسکراتے واپس جاتے دیکھی ہے، اور مسلسل دو سال سے دیکھی ہے۔ چار پائی پہ آتے پیدل جاتے دیکھے ہیں۔

آزمائے حس کا جی چاہے

چودھری صاحب نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ زائرین سوار وہیہ یا تھوڑا سانمک یا چینی لاتے ہیں۔ نمک اور چینی زائرین میں تقسیم کر دی جاتی ہے اور تھوڑی بہت رقم محکمہ اوقاف اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے استعمال میں لاتا ہے۔

کھانسی کا علاج

چودھری صاحب نے مزید فرمایا کہ شہراٹک میں بازار صدر چھاؤنی میں حضرت بابا میاں فیض اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے۔ وہاں ہر قسم کی کھانسی کا شافی علاج ہوتا ہے۔ میری اپنی بچی کو عرصہ سے کھانسی تھی جس کو وہاں سے آرام آیا۔ وہاں اللہ والے کے مزار پر آئیں اور صرف پانی نوش فرمائیں اور شفا پائیں۔

دیوانے کتے کے کاٹے کا علاج

اس کے علاوہ ایک اور حیرت انگیز انکشاف کیا کہ آج کل بندہ جس علاقہ میں محکمہ اوقاف کی طرف سے منجر ہے۔ وہ گاؤں ننھے تشریف ہے۔ تحصیل کہوڑ ضلع راولپنڈی میں حضرت بابا غلام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے آستانے پر باڈے اور دیوانے کتے کے کاٹے کا شافی علاج ہوتا ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ آپ کے آستانے کی خاک اور پانی میں سو لاکھ بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ تاہم دیوانے کتے کا علاج کا آزمودہ مرکز شفا ہے۔

طریقہ علاج

چار جمعرات مسلسل حاضری دینا ہوتی ہے۔ پھر تین جمعرات ہر نئے چاند کی پہلی جمعرات حاضری دینا پڑتی ہے۔ کل سات بار حاضری ضروری ہے۔ اس علاقہ میں اس مرض کے لئے کوئی بھی شخص ڈاکٹروں اور طبییوں سے رجوع نہیں کرتا۔

اس لستی یا علاقہ میں باؤ لے کتے کے کاٹے کے جانوروں کو
تصرف بھی دیوانگی کی تکلیف نہیں ہوتی۔ بلکہ گاؤں والے ایسے جانوریں
 کو حلال کر کے کھا جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ شادی بیاہ ہوتے رہتے ہیں اس
 لئے اس گاؤں کی جوڑی کسی دوسرے گاؤں میں بیاہی جاتے وہ ان
 متاثرہ جانوروں کا گوشت استعمال نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر کوئی لڑکی باہر سے
 بیاہ کر اس گاؤں میں آجاتے وہ ان جانوروں کا گوشت کھا سکتی ہے
 - میں حیران کن واقعات سن رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کھلے ہوئے
 ”روحانی شفا خانوں“ پر غور کر رہا تھا کہ اے میرے مالک وہ تکلیف جس
 کا کوئی آسان علاج آج کی جدید طب بھی تلاش نہ کر سکی۔ سوائے اس کے کہ
 متاثرہ شخص کی ناف میں ۱۴ انتہائی تکلیف دہ اور خوفناک ٹیکے لگائے جائیں
 لیکن اے خالق و مالک اور شافی مطلق تو نے اس کا علاج کتنا آسان
 کر دیا ہے۔

دیوانے کتے کے کاٹے کا روحانی نسخہ

جس شخص کو دیوانہ کتا کاٹ کھائے۔ اور اس شخص کے دیوانے ہو جانے
 کا اندیشہ ہو۔ تو درج ذیل آیہ مبارکہ کو روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھے اور
 مریض کو ہر روز ایک ٹکڑا کھلائے۔ بزرگ فرماتے ہیں ایک ٹکڑا اگر طبع میں پھیٹ
 کر کھلائے کتے کے زہر کا اثر دور ہو جائے گا۔ انشاء اللہ
 آیہ مبارکہ یہ ہے۔ **إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا فَمَهْلِكُ
 الْكٰفِرِينَ اَمْهَلُهُمْ رُوَيْدًا ۝**

دوسرا روحانی نسخہ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اہل سنت کے مجموعہ ہائے اعمال کا جواب انتخاب "شمع شبستانِ رضا" حصہ اول کے صفحہ ۸۸ میں درج ہے کہ "سید امیر حیدر گوری میاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھار کے چاک کی مٹی حاصل کی جائے۔ اگر نہ مل سکے تو چکنی مٹی کو گوندھ کر دو عدد غلو لے بناٹے جائیں اور جس جگہ کتے نے کاٹا ہو۔ اس کے گرد گھمائے جائیں، اگر کتا زہر دار ہے تو اس کتے کے رنگ جیسے بال مٹی میں نمایاں ہوں گے۔ تین روز اسی طرح کرے۔ یہاں تک کہ بال ظاہر نہ ہوں، تو جان لیجئے کہ اب کتے کا زہر ختم ہو گیا اور غلو لے گھاتے وقت یہ الفاظ پڑھے :

بندر ناچے ریچھ بجاوے، کتے کا کاٹا

زہر نہ آوے۔ دیانی حضرت مخدوم

اخئی جمشید کی

اگر گیدڑ کاٹے تو بھی یہی منتر پڑھے، مگر کتے کے لفظ کی جگہ شغال یا گیدڑ کہا جائے۔ یہ افسوس تین یا سات بار پڑھے۔

یہ عمل مجرب ہے۔ سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں بار کا تجربہ شدہ ہے۔

واللہ اعلم ورسولہ بالصواب

تعارف

حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم فاروقی سیالوی صاحب

بہت بچپن سے دیکھ رہا ہوں یہ شخص خدمت دین میں شب و روز مصروف رہتا ہے۔ گذشتہ کوئی بیس سال تک ملک کی مصروف دینی درسگاہ الجامعت النعمینتا میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے اور فتویٰ نویسی کی دقیق ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آج کل مفتی غلام سرور صاحب قادری کے ہاں جامعہ محمدیہ غوثیہ گلبرگ مین مارکیٹ لاہور میں اس عہدہ پر متمکن ہیں ایک خوبصورت اور وسیع جامع مسجد نصرت الاسلام عابد مجید روڈ لاہور چھاؤنی میں ایک عرصہ سے خطیب ہیں۔ قرب و جوار کے اکثر علماء حضرات مسائل دریافت کرتے ہیں۔ ماہنامہ رموز جو لندن سے شائع ہوتا ہے اور پاکستان میں بھی کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کے فقہی کالم کے انچارج ہیں۔ خوش طبع بھی ہیں خوش مزاج بھی۔ علم و فن کی دنیا کا دھنی بہر فن مولا بھی ہے۔ حکمت بھی جانتے ہیں اور انجینئر بھی ہیں، موٹر سائیکل کے مینک بھی ہیں۔ تقریباً یہ سارے بکھیرے انہیں آتے ہیں۔

چنبیل کا علاج

ایک نشست میں علامہ فاروقی صاحب فرمانے لگے کہ مولانا میسرے بایں ہاتھ کی چھنگلی پر چنبیل کی تکلیف ہو گئی۔ بڑا علاج معالجہ کیا۔ لیکن نہ جانے کیوں ادویات میں اثر نہ رہا۔ محسوس ہوتا تھا، قادر مطلق جو چاہے تو ایک راکھ کی چنگلی میں شفا بھر دے اور چاہے تو نہرا رہا ادویات استعمال کر لی جائیں ہسپتال کے چکر لگائے جائیں، سپیسلسٹ سرچھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ حکماء کی حکمت دم توڑ دے لیکن آرام نہ آئے۔ اسی قادر مطلق نے میرے لئے بھی دنیا کی ہر دوا کو آڑے جاری کر دیا کہ عبد العظیم کی قسمت میں ہم نے کسی اور جگہ کی مٹی میں شفا رکھی ہے تم ہرگز اثر نہ کرنا۔ خلیل اللہ علیہ السلام کی آگ سے جلن سلب کرنے والے اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے گلے پر پھرنے والی چھری کی کاٹ چھین لینے والے مالک نے میرے لئے بھی ہر دوا سے اثر چھین لیا۔

مجھے ایک دوست نے بتایا کہ سرانے عالمگیر کے قریب ایک بستی ہے، حبیب داگر ٹھا۔ وہاں ایک اللہ والے آرام فرما ہیں ان کے آستانے پر جاؤ خاک ملو، چنبیل کا جوین اور اس کی جڑیں خاک میں نہ مل جائیں تو کہتا۔ چشتی صاحب یہ بندہ وہاں چل دیا۔ سرانے عالمگیر لاہور سے جہلم جاتے ہوئے دریائے جہلم کے اس طوت ایک بہت بڑا اور قدیم قصبہ ہے اور بڑا مردم خیز قصبہ ہے۔ چوہدری فضل الہی جو ایک عرصہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر رہ چکے ہیں۔ اسی جگہ سے تعلق رکھتے تھے۔ میں سرانے عالمگیر سے "حبیب داگر ٹھا"

کاراستہ لید اس راستے پر چلتے ہی تجھے تکلیف کی کمی کا احساس ہونے لگا۔ بہر صورت وہاں پہنچا۔ خاک ملی تو چنبیل کی شان خاک ہو گئی۔ اس کے بعد سے آج تک کبھی کوئی دوا استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس لئے کہ چنبیل کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے اور شاید کچھ عرصہ بعد یہ بھی ذہن سے محو ہو جائے کہ چنبیل تھی کہاں؟

مولانا، میں نے وہاں مجاورین سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے بتایا کہ اس دربار شریف کی حدود میں کبھی کسی شخص کو چنبیل، جزام اور اس قسم کی دیگر امراض چھو بھی نہیں سکتیں بلکہ جزام اور کوڑھ کے بڑے بڑے خطرناک مریض شفا یاب ہو کر گئے ہیں۔ اور متوسلین کو حکم ہے کہ مریض کتنا خطرناک حالت کو پہنچا ہوا ہو۔ مریض سے نفرت نہ کریں۔ جس روز نفرت کرو گے اسی روز سے اثر بھی زائل ہو جائے گا۔ واقعی مولانا۔ گناہ گار سے نفرت تو نہیں کرنی چاہئے تاں، نفرت تو گناہ سے کرنی چاہیے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالعلیم صدیقی سیالوی صاحب اپنا ذاتی واقعہ بہت ہی حیرت اور یقین محکم سے بیان کر رہے تھے کہ چند سال پہلے مجھے مفتی محمد رحیم سکندری لہتم جامعہ راشدیہ پیرکوٹھ خیرپور سندھ کا واقعہ یاد آ گیا۔ مفتی محمد رحیم سکندری قادری صاحب کے دونوں پاؤں پر چنبیل تھی۔ ایک خاص موسم میں دونوں قدموں پر تکلیف شدت اختیار کر جاتی۔ پنجاب میں ضلع شیخوپورہ کا ایک قصبہ چوہڑا کا رہے جسے آجکل فاروق آباد کا نام دیا گیا ہے اس کے مضافات میں ایک گاؤں چنبیل ہے۔ اس گاؤں کا نام بھی چنبیل صرف اسی لئے ہے کہ وہاں سے چنبیل کی شکایت کی شفا ملتی ہے۔

اسی گاؤں کے ایک نوجوان خضر نوشاہی ہیں بڑی فاضل شخصیت ہیں یہ چند سال قبل سندھ میں خانہ فرہنگ ایران کی طرف سے مامور تھے اور لاہور کے قلمی نسخوں پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے تھے۔ اسی تحقیقی دورہ میں ان کا تعارف مفتی محمد رحیم سکندری صاحب سے ہو گیا۔ مفتی صاحب سے جو شخص ایک دفعہ مل لیتا ہے پھر وہ ہمیشہ ان کے گن گاتا ہے۔ ان کی پرہیزگاری، اخلاق، مروت، مہمان نوازی ہر دلعزیزی اجنبی کو اپنا بنا لیتی ہے۔ علمی شخصیت ہونے کی وجہ سے اہل علم کے دل میں بھی گھر رکھتے ہیں۔ خضر نوشاہی صاحب کے تعارف ہونے پر مفتی صاحب کو ان کے گاؤں سے چٹیل کے شفاخانے کا علم ہوا تو اپنے مرض سے مجبور ہو کر پنجاب کا قصد کیا۔

خضر صاحب کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ خیر مفتی صاحب لاہور تشریف لائے اور مجھے ساتھ چلنے کا حکم ہوا۔ بندہ ناچیز شاداں و فرحاں ساتھ ہو لیا۔ ہم چٹیل گاؤں پہنچے خضر نوشاہی ہمارے میزبان ہمارے منتظر تھے۔ واقعہً انہوں نے بہت تکلف کیا ہوا تھا۔

تکلف کی بات اگرچہ موضوع سے مختلف ہے لیکن دلچسپی سے خالی نہیں۔ اس لئے عرض کئے دیتا ہوں۔۔۔۔۔ ہمیشہ سے ایک روایت چلی آرہی ہے کہ تکلف کرتے ہوئے بھی اس سے ناگواری کا اظہار کیا جاتا ہے اور ذوق مرحوم کے شعر کو خوب استعمال کیا جاتا ہے۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر

آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

یا کہتے ہیں کہ "تکلف علامت ہے بے گانگی کی، لیکن جب میں نے حسب عادت خضر نوشاہی صاحب سے اس تکلف کی شکایت کی تو انہوں نے تکلف کو

جدید معافی عطا کئے۔ اور ہم سب نے خوب حظ اٹھایا۔ کہنے لگے حشمتی صاحب !

تکلفات کی شمعیں جلائی جاتی ہیں

تعلقات کی دنیا میں روشنی کے لئے

خیر معلوم ہوا کہ اس کے گاؤں کے ایک نمبردار صاحب ہیں۔ بہت نیک آدمی ہیں اور ان کے خاندان کو کسی بزرگ کی طرف سے دعا ہے۔ آج کل یہ ورثہ نمبردار صاحب کے حصہ میں ہے۔

چنبیل کے مریض ہر اتوار کو ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ حکم ہے کہ اس گاؤں کی حد میں اس روز چنبیل کا مریض کوئی چیز نہ کھائے۔ نمبردار صاحب اوپلوں کی راکھ اکٹھی کر رکھتے ہیں۔ بیسیوں مریض ہر اتوار کو آتے ہیں اور نمبردار صاحب خود اس راکھ کو مریض کے متاثرہ حصے پر ملتے ہیں۔ کچھ کلام بھی برکت کے لئے پڑھتے جاتے ہیں اور کچھ راکھ مریض کو ساتھ بھی دیتے ہیں۔ تاکہ گھر جا کر بھی استعمال کی جاسکے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ چنبیل کے مریضوں کو شفا بخشتا ہے۔

مفتی صاحب اور ہم نے صبح ناشتہ نہ کیا، اور نمبردار صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے خوب استقبال کیا اور مفتی صاحب کے دونوں پاؤں پر اوپلوں کی راکھ ل دی اور اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو شفا عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان روحانی شفا خانوں کو آباد رکھے۔ آمین

● باؤے کُتے کے کاٹے کے لئے شفاخانہ

● ہر قسم کے درد کا علاج

● آنکھوں کی تکلیف کا شفاخانہ

● پیٹ کے جملہ امراض کا شفاخانہ

● جزام اور دیگر جلدی امراض کا شفاخانہ

انسٹرویلو

حضرت علامہ مولانا حافظ قاری محمد یوسف سیالوی مہتمم دارالعلوم شمشہ ضیاء القرآن کھوکھا، ڈاک خانہ دینہ ضلع جہلم کے بھانجے مولانا حافظ قاری محمد طیب ولد مولانا غلام فرید صاحب بمقام توکل پور، ڈاک خانہ خاص تحصیل و ضلع جہلم کمی ایک بار گھر تشریف لائے۔ روحانی شفا خانوں پر گفتگو کے دوران دینہ کے قرب و حواریں چند ایک روحانی شفا خانوں کا انکشاف کیا۔

- ۱۔ پیر شہاب رحمۃ اللہ علیہ کالا گجراں سے رانی گھی ملز جہلم سے دیگن مل جاتی ہے۔ ان کے آستانے پر ہر قسم کے درد کا شافی علاج ہوتا ہے۔
- ۲۔ پیر شاہ دسن رحمۃ اللہ علیہ کھوکھے اور دینہ کے قریب ہیں۔ آنکھوں کی تکلیف سے بجات کے لئے لوگ رجوع کرتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔
- ۳۔ حضرت خواجہ محمد مقبول صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتیاں دینہ شہر کے بالکل قریب ہیں۔ یہاں باؤلے اور دیوانے کتے کے کاٹے کا علاج ہوتا ہے۔
- ۴۔ گراٹ۔ یہ جگہ بھی عجیب جگہ ہے۔ یہاں پانی کے چشمے سے آپ پانی نوش فرماتیں اور پیٹ کے جملہ امراض سے شفا پائیں۔

یہ انکشافات میرے لئے بہت بڑا سرمایہ تھے۔ میں نے سوال کیا۔ کوئی ایسا شخص بتائیں جس کو ان روحانی شفا خانوں سے کسی نہ کسی طرح فیض ملا ہو۔ فرماتے لگے۔ آپ وہاں جائیں۔ پھر ایک نہیں بیسیوں بلکہ سینکڑوں لوگ مل جائیں گے۔

بندہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء کو پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول ایبٹ آباد کی سالانہ پریزیڈنٹ پریڈ میں مدعو تھا۔ ۹ ستمبر کو ایبٹ آباد پہنچا۔ اپنے میزبان میجر خالد الرحمن ہیڈ آف ریڈیڈنٹ فرنٹ فزکس پی ایم اے کاکول اکیڈمی تھے۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء کو پریزیڈنٹ پریڈ انڈ کی واقعہٴ میکملک کے کیمپ ٹو جوان جو میرے ملک کی آن اور شان ہیں۔ اعلیٰ تربیت کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ان کا نظم و ضبط صحت و صفائی، چستی و چالاکی، جوش و ولولہ، سرفروشی اور جانبازی غرض ہر اندازہ قابلِ صد ستائش ہے۔ رب ذوالکرم والا احسان میسر پاکستان اور ان نوجوانوں کی سرپرستی اور حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء کو واپسی پر رات گئے دینہ ضلع جہلم پہنچا۔ صبح جب ان مذکورہ مقامات اور ان سے متعلقہ روایات کا جس کسی سے کبھی تذکرہ ہوا ہر ایک نے ہر تصدیقِ مثبت کی۔ قصبہ مفتیاں تو بالکل دینہ شہر کے ساتھ متصل ہے۔ درمیان میں صرف ریلوے لائن ہے جو لاہور اور راولپنڈی پشاور کو ملاتی ہے۔ لائن عبور کریں۔ مفتیاں کو جانے والی سڑک کے ہر دو جانب قبرستان ہے۔ دائیں طرف حضرت علامہ شیخ الفقہ والحديث مفتی جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ پاک ہے جن کے نام سے بلکہ اعزاز سے یعنی مفتی سے یہ گاؤں مفتیاں بنا۔ وہاں ایک بزرگ حافظ محمد عادل ولد حافظ امام دین ساکن مفتیاں مل گئے۔ سفید ریش، ستر کے پیٹے میں، تاریخ کے طالب علم چہرے کی وجاہت یہ کہتی تھی کہ یہ شخص تقویٰ شعار بھی ہے۔

فرمانے لگے لوگوں کو جس دربار سے باؤ لے کتے کے کاٹے کی شفا ملتی ہے
 ان کا اسم گرامی خواجہ محمد مقبول ہے۔ یہ خٹنہ تھے اور دربار اکبر کے حرم سرا میں
 ان کی ڈیوٹی ہوتی تھی جب اکبر کا یہاں سے گزر ہوا، غالباً قلعہ رہتاس پر قیام
 کیا ہوگا، تو محمد مقبول کا گزر مفتی صاحب کے حلقہ درس سے ہوا۔ درس سنا تو
 یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ شاہی سہولتوں اور نعمتوں پر ٹھوکر ماری اور ایک درویش
 کے آستانے پر ڈیرے ڈال دیئے۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں

بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری کلی میں

ایک روز محمد مقبول نے مفتی صاحب سے عرض کیا حضور کیا آپ کے
 ساتھ لگ کر بھی بندہ بے نام و نشان رہے گا۔ تو آپ نے اس کی دلجوئی کے لئے
 دعا فرمائی۔ بعد از وصال نہ جانے کب اور کس طرح یہ مشہور ہو گیا کہ ان کے
 آستانے سے دیوانے کتے کے کاٹے سے شفا ملتی ہے، صدیوں سے یہ شفا خانہ کھلا
 ہوا ہے اور ہم بھی یہیں آباد ہیں۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہونے کو ہے۔ شاہد ہی کوئی
 ایسا شخص ہوگا جسے یہاں سے آرام نہ ملا ہو۔ دور دراز سے مخلوق خدا آتی ہے اور
 فیض پاتی ہے۔ مفتی صاحب نے خواجہ محمد مقبول کے اپنے ساتھ مل جلنے کی لاج
 رکھی اور اس طرح عمر جاوداں عطا کر دی۔

لچ پال پریت نوں توڑ دے نہیں

جہد کیا نہ پھڑوے اوہنوں چھوڑ دے نہیں

میں یہ دلنواز ذکر سن کر دربار حضرت خواجہ محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچا
 تو چند اشخاص اور کچھ خواتین موجود تھیں۔ کوئی تلاوت کر رہا تھا۔ کوئی ایصالِ ثواب
 کے لئے دعا کر رہا تھا۔ کوئی چکر لگا رہا تھا۔ ایک دو کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا لقا

بھی دیکھا جس میں سادہ یا نمکین "پھلیاں" ہوتیں اور انہیں تقسیم کرتے دیکھا۔
ان اشخاص میں ایک صاحب میاں خالد نسیم صاحب سے ملاقات ہوئی
معلوم ہوا کہ مفتی شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں سے ہیں۔
بی۔ ایس۔ سی تعلیم رکھتے ہیں۔ کاروباری سلسلہ میں مشرق وسطیٰ کا دورہ کر چکے ہیں
جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کے سرگرم رکن ہیں۔ کالج
کی زندگی میں جمعیت طلبہ اسلام کے بڑے فعال ممبران میں سے تھے۔ مولانا
ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتب اور فلسفہ مودودیت سے بڑی طرح متاثر ہیں۔
فرمانے لگے۔ مولانا میں تو ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ جو لوگ یہاں آتے ہیں
کیوں آتے ہیں۔ بغداد میں رہتے ہوئے کئی ایک اولیاء کرام کے مزارات پر گیا
ہوں لیکن صرف دیکھنے کے لئے عقیدتاً زیارت کے لئے نہیں گیا۔ ان کے ہاں کیا
رکھا ہے۔ لیکن جب سے اپنی خاندانی ذمہ داریوں کو سنبھالتے ہوئے اس مزار پر
کچھ وقت گزرنے لگا ہے تو دل میں ایک احساس پیدا ہو رہا ہے کہ کوئی چیز عقل
سے بالاتر بھی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو اس بزرگ کے مزار کی مٹی سے ہی
نتفا کیوں ملتی ہے۔ ہر جگہ کی مٹی سے آرام کیوں نہیں آتا۔ جبکہ مٹی میں ایسے اثرات
موجود ہیں جو کتے کے لعاب کے جراثیم کو ختم کرتے ہیں جیسا کہ حضور پر نور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس
کو مٹی سے پاک کیا جائے۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے مریض کو ہر جگہ کی مٹی سے
آرام آجانا چاہیے لیکن نہیں آتا۔ کاش یہ بات سمجھ میں آسکتی۔
جب سے یہ بات ذہن میں سمائی ہے دل سے ایک ہوک سی اٹھتی ہے
اے کاش! میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام کے مقدس مزارات پر ایک تقدیر آمیز
عقیدت کے ساتھ گیا ہوتا۔ اگر ایک خواجہ محمد مقبول کو مفتی شیخ جلال الدین

رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھنے سے یہ اعزاز مل سکتا ہے کہ دکھی اور مجبور انسانیت کو چین اور آرام کی دولت ملتی ہے تو ان جلالت مآب شخصیات کے فیوض و برکات بھی ضرور ہوں گی۔ جن کا تعلق ڈاکٹر کیٹ بلنغ فیوض و برکات خدائے بزرگ و بزر سے ہے۔ ان کے مزارات و مقابر پر اتنی مخلوق خدا آخر کس وجہ سے جاتی ہے؟

اب دوبارہ مشرق وسطیٰ کے دورہ کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ کاروبار یا سیر و تفریح کے لئے نہیں بلکہ عقیدتاً اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کے آثاروں سے روحانی فیوض و برکات کی دولت سمیٹنے کے لئے۔

نہ تیغ و تیر میں ہے نے لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

فرمانے لگے میرے سامنے چھ اشخاص ایسے آئے جنہیں دیوانے کہتے

نے بڑی طرح کاٹا ہوا تھا اور بعض کی پنڈلیوں سے گوشت اس طرح کاٹا ہوا تھا جیسے کسی ظالم قصاب نے گوشت کاٹ کر خود علیحدہ کیا ہو۔ خود ان لوگوں نے یہاں سے مٹی لے کر لگائی اور چلے گئے۔ زخم کھلا رکھنے کا حکم ہے کہ مٹی لوگوں نے ان سے یہ کہا بلکہ ضد کی کہ ڈاکٹر سے ٹیکے بھی لگوا لو اس میں کیا حرج ہے ان میں سے ایک نے پیٹ میں چودہ ٹیکے لگوانے والے بھی۔ محمد اللہ تندرست ہے اور جنہوں نے نہیں لگوائے انہوں نے کہا مر جاتا منظور ہے لیکن ڈاکٹر کا علاج نہیں کروائیں گے۔ نتیجتاً ڈاکٹر سے علاج کروانے والا بھی جیات ہے اور خواجہ مقبول رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کی خاکِ شفا سے شفا پانے والے بھی موجود ہیں۔ سب کے سب صحت مند ہیں۔ کیا یہ بات بہت ہی حیران کن نہیں ہے؟

مزید کہنے لگے۔ خواجہ محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے کے ساتھ ۶
 بیگھ زمین وقف ہے۔ یہ مزار اوقات کے زیر تسلط ہے۔ اس دہ بار سے خاندان
 مفتیاں کو بھی گہری عقیدت ہے۔ شاید اسی گہری عقیدت کا نتیجہ ہے کہ آج تک
 کسی نے بھی اس محقر زمین کے متعلق سوچا بھی نہیں جبکہ محکمہ اوقات بھی اس
 زمین کو استعمال نہیں کرتا۔

ان سے فراغت کے بعد بمقام کھوکھا پنچا۔ یہ گاؤں اگرچہ بالکل چھوٹا
 سا ہے لیکن علم و عرفان کی دولت کا بحر بے کراں ہے۔ حضرت محترم قاری
 محمد یوسف صاحب سیالوی نے یہاں بلکہ اس پورے علاقے میں قرآن پاک
 پڑھانے حفظ کرانے اور تجوید قرات کی تعلیم کا بہترین انتظام کیا ہوا ہے۔ دو مدرسے
 صرف گاؤں کھوکھا میں ہیں۔ ایک بہت ہی بڑی اور خوبصورت جامع مسجد
 زیر تعمیر ہے۔ جس پر کئی لاکھ روپیہ کی خطیر رقم خرچ ہو چکی ہے

گاؤں میں قاری صاحب موصوف سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو
 فرمانے لگے کہ گراٹ کا وہ فاصلہ جو پہلے چار پانچ میل کا تھا آج وہ فاصلہ تیس
 چالیس میل کا ہو گیا ہے۔ دراصل وہاں حکومت نے اس علاقہ کے لئے ایک
 چھوٹا سا ڈیم تعمیر کر دیا ہے جس کی وجہ سے قریباً راستہ بند ہو گیا ہے اور بہت
 دور سے ہو کر جانا پڑتا ہے۔ جمعۃ المبارک کی وجہ سے آج وہاں جانا ممکن نہیں
 ہے۔ دیگر مقامات بھی نہ دیکھ سکا۔ البتہ جس شخص سے بھی بات کی۔ اس نے
 حیرت انگیز واقعات کی تصدیق کی۔ بلکہ کہنے والوں نے یہاں تک کہا ہے کہ گراٹ
 کا چشمہ کوئی بہت بڑا چشمہ نہیں ہے۔ البتہ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا پانی رستا
 رہتا ہے۔ اگر اس چشمے پر کسی عورت کا گزر ہو جائے تو چشمہ بند ہو جاتا ہے۔
 اس لئے مستورات کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی مریضہ وہاں

جائے اور اپنے ساتھ کوئی مرد لے جائے، جو چشمے سے پانی لے آئے اُسے پلائے
 اگر چشمہ بند ہو جائے تو کوئی مرد اُس چشمے پر چادر ڈال کر تھوڑی دیر بیٹھا رہے
 پھر آہستہ آہستہ پانی دوبارہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس چشمے کا فیض یہ ہے کہ
 پیٹ کے جملہ امراض سے نجات مل جاتی ہے۔ پانی پیتے ہی اسہال یعنی دست
 شروع ہو جاتے ہیں کہ سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ البتہ ان اسہال سے کمزوری
 یا نقاہت نہیں ہوتی۔

قاری محمد یوسف صاحب سیالوی کے ہمانوں میں سے ایک بزرگ سید
 ابرار حسین شاہ صاحب بڑی خاموشی سے تشریف فرما تھے۔ شاہ صاحب کا
 صاحبزادہ سید سفیر حسین شاہ صاحب قاری صاحب کے مدرسہ میں بالکل ابتدائی
 طالب علم ہیں۔ شاہ صاحب اس کے سلسلہ میں قاری صاحب سے ملنے آئے
 ہوئے تھے۔ آپ حضرت شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشینوں میں سے ہیں۔

حضرت بابا شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ

بمقام شاہ سفید المعروف میاناموہرہ تحصیل سوہاؤہ، ضلع جہلم، دینہ یا سوہاؤہ سے بندریہ و گین پہنچا جاسکتا ہے۔

سید ابرار حسین شاہ فرمانے لگے۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ آپ کو قدرت کا ایک عظیم کمر شہد دکھائیں۔ جلدی امراض، ایگزیم، جزام، خارش، موہری غرض ہر قسم کے جلدی امراض سے مکمل نجات حاصل کریں۔

۱۹۷۱ء کی بات ہے حادثہ مشرقی پاکستان کے بعد ایک فوجی جنگلوں اور بیابانوں میں ٹھکتا رہا۔ نہ جانے کیسے کیسے مقامات سے گذرا۔ اس کی دونوں طرف ٹانگیں زخمی ہو گئیں۔ پھر زخم بگڑتے چلے گئے حتیٰ کہ گھٹنوں تک پنڈلیوں کا گو جھڑ گیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ سی۔ ایم۔ ایچ۔ راولپنڈی میں داخلے کے دوران ڈاکٹر حضرات نے فوراً دونوں ٹانگیں کاٹ دینے کا حکم دیا، لیکن وہ فوجی رضامند نہ ہوا۔ امید کی کرن دل میں لٹے نہ جانے کس طرح ہسپتال سے دو ماہ کی پھٹیاں لے کر گھر آ گیا۔ گھر والے اُسے حضرت شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر لے آئے۔ بائیس روز یہاں قیام کیا۔ اسی قیام کے دوران ہڈیوں پر گوشت چڑھنا شروع ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ٹانگیں صحیح سلامت ہونا شروع ہو گئیں۔ دو ماہ کی تعطیل گزارنے کے بعد وہ دوبارہ پریڈ میں جا کھڑا ہوا۔ آفیسران اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اوہ، تم؟ کہاں سے علاج کروایا، وہ کون سے ڈاکٹر صاحب ہیں۔ ہمیں پتہ دو۔ تاکہ تم جیسے دوسرے مریضوں کو وہاں ریفیر کیا جائے۔ تو اس

نے حضرت شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے کے روحانی شفاخانے کا دنواز ذکر چھپڑ دیا۔ کسی کو یقین آئے یا نہ آئے، لیکن وہ خود یادگیر اشتیاق خاص جب بھی اس کی ٹانگوں کی طرف دیکھتے ہوں گے حضرت شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ہزار بار دعائیں ان کے دل سے نکلتی ہوں گی۔

شاہ صاحب نے مزید فرمایا کہ آپ کے آستانے کے ساتھ ایک تالاب ہے بے اولاد عورتیں اس تالاب میں غسل کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صاحب اولاد ہوتی ہیں۔

صاحب اولاد ہونے کی بات چلی، تو دس پارہ سال پیشتر کے ایک واقعہ کی پوری فلم میر ذہن کے پردے پہ چلتے لگی۔

ایک حیرت انگیز واقعہ

میرے ایک بہت ہی کرم فرما مہربان ہیں حضرت قبلہ مفتی محمد رحیم قادری سکندری صاحب۔ آپ عرصہ دراز سے پیر صاحب پاگارف کے دارالعلوم جامعہ راشدیہ کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ یہ درگاہ شریف خیر پور سندھ سے چند میل جنوب میں پیر گوٹھ میں ہے۔ صاحب علم و فضل ہیں۔ عربی، فارسی، سندھی، بلوچی اور اردو زبانوں میں تحریر و تقریر کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ کبھی ایک بار زیارت حرمین شریفین سے باہر آیا ہوا آئے ہیں۔ قرآن پاک صرف تین ماہ میں حفظ کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ یعنی حافظ غضب کا ہے۔

بہت دیر کی بات ہے۔ مفتی صاحب قبلہ مجھے اکثر خطوط لکھتے رہتے کہ چشتی صاحب آپ میرے لئے دانا صاحب اور حضرت میاں میر صاحب کے آستانوں پر جا کر اولاد نرینہ کے لئے دعا کریں۔ ایسے خطوط کئی بار آئے۔ سچ پوچھئے

میں نے ان کے لئے ان آستانوں پر جا کر کبھی دعائیں نہیں مانگیں۔ شاید اس کے پس منظر میں وہی عقیدے کی ناچنگی ہوگی کہ صاحبانِ مزار سے کیا مانگنا ہے اللہ سے مانگیں گے وہی دے گا۔

ایک دن ایسا ہوا۔ میرے ایک بزرگ مہربان ہیں۔ جناب صوفی اقبال احمد دیوانہ صاحب پاکستان ایئر فورس سے چیف ٹیک ریٹائرڈ ہیں۔ بہت ہی اللہ والے ہیں۔ مستنصر باللہ سٹریٹ، کوٹ خواجہ سعید لاہور میں اپنے مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ "جہاد کی طرف ایک دم" ایک ضخیم کتاب کے مصنف ہیں۔ میں ایک روز ان سے ملنے گیا۔ وہ مجھے ایک چائے کی دکان پر لے گئے۔ دکان کے باہر سڑک پر دو بیچ آمنے سامنے پڑے تھے۔ چند اشخاص اور بھی بیٹھے تھے۔ چائے نوشی کے دوران میں نے صوفی صاحب مذکور سے کہا کہ قبلہ ہمارے ایک مفتی صاحب دوست ہیں وہ خیر پور سندھ میں رہتے ہیں۔ ان کے ہاں تین چار لڑکیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ اب اولاد زینہ کی تمنا رکھتے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں ایک پیارا سا بیٹا عطا فرمائے۔ صوفی صاحب یکدم بول اٹھے۔ "چشتی صاحب! آپ مفتی صاحب کو خط لکھیں کہ جو وظائف آپ پڑھتے ہیں، ان میں میسری طرف سے گیارہ گیارہ مرتبہ درود پاک کا اضافہ کر لیں۔ اپنے منہ اور دائرہ ہی پر ہاتھ پھرتے ہوئے کہنے لگے، اگر اس دفعہ اللہ تعالیٰ بیٹا نہ دے تو مجھے پکڑ لینا" صوفی صاحب نہ جانے کس ترنگ میں آکر یہ لفظ کہہ گئے۔ میرے قدموں سے زمین نکل گئی۔ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم" یہ تو بالکل ایسے ہوا جیسے کسی سے کوئی چیز چھین کر دے دی گئی ہو۔

ناظرین! میں اسی حیرانی پریشانی اور بے چینی میں وہاں سے اٹھا اور گھرا گیا۔ یہ خلش ہر وقت میرے ذہن میں رہتی کہ صوفی صاحب نے کیا کہہ دیا۔

اسی اُدھیر بن میں دو تین ماہ گزر گئے۔ زندگی کی بے پناہ مصروفیات میں بھی یہ خلش کسی لمحہ مجھ سے جدا نہ ہوئی۔ آخر ایک دن میرے دل میں آئی اے انسان! تو کون ہوتا ہے۔ پریشان ہونے والا۔ کہنے والا جانے یا ماننے والا جانے۔ تو تو ایک پیغام رساں ہے، پیغام بھیج دے، آگے وہ جانے اس کا کام یا صوفی صاحب۔

سنا ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ سفر بوقتِ شام کسی گاؤں میں ٹھہرنے کے لئے ایک دروازے پر دستک دی اور رہنے کی جگہ مانگی صاحب خانہ نے ایک شرط پیش کی کہ میکے گھر میں میری اہلیہ کو تکلیف ہے۔ تولید کا وقت ہے۔ آپ کوئی ایسا تعویذ دیں جس سے بچی بچہ جلدی پیدا ہو جائے اور اہلیہ کو دردِ زہ کی تکلیف سے نجات مل جائے آپ نے حامی بھری۔ آپ نے اپنے گدھے کو کھونٹی سے باندھا، بستر پر بیٹھے اور ایک تعویذ لکھ دیا۔ خدا کی شان وہ تعویذ باندھتے ہی بچہ پیدا ہو گیا۔ شیخ صاحب تو صبح اٹھ کر اپنے سفر پر چل دیئے لیکن تعویذ کا بہت چرچا ہوا۔ جس گھر میں بھی تکلیف ہوتی وہ تعویذ مانگ کر لے جاتے اور فوراً آرام آجاتا۔ گاؤں کے مولوی صاحب نے وہ تعویذ منگوا بھیجا کہ دیکھیں کہ اس میں کون سی آیت لکھی ہے۔ تاکہ اس آیت سے مزید برکات حاصل کی جائیں۔ جب تعویذ کھولا تو لکھا تھا "یا اللہ مجھے اور میرے گدھے کو جگہ مل گئی ہے۔ آگے تو جانے تیرا کام" مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ دراصل اس فقرہ میں ذاتِ خداوندی پر اندھا اعتماد جھلکتا ہے۔

سپریم تو مایہ خویش را
کہ دانی حساب کم و بیش را

اللہ تعالیٰ نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بے نیازی و یقین محکم کے عقیدے کی لاج رکھی اور جہاں جہاں بھی اس کو استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ گویا دنیا کو بتانا مقصود تھا کہ جو میرے بندوں کی خدمت کرتا ہے ہم ان کو بھی مایوس نہیں کرتے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے مارے مارے
 میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا
 بالآخر میں نے مفتی محمد رحیم سکندی قادری صاحب کو صوفی مذکور کے حوالے سے خط لکھ دیا اور اس انتظار میں رہنے لگا کہ دیکھیں کہ کب مبارک باد آتی ہے۔ سبحان اللہ واقعی صوفی اقبال احمد دیوانہ صاحب کی دیوانگی رنگ لائی اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب کے منہ سے لکلی ہوئی بات کی لاج رکھی اور درود پاک کا صدقہ کرم ہوا، محمد اکرام بچے کے تولد کی تین ماہ بعد ہی مبارک باد مل گئی سبحان اللہ ان اللہ علی کل شیء قدير کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ وہ کرم نواز یقیناً اپنے نیک بندوں کی سنتا ہے پوری کرتا ہے ضرورت صرف اس امر کی ہے

دولتِ دارین گم در کار ہو

دست بستہ حاضر در بار ہو

میں اس واقعہ کو اپنے ذہن کے کسی لاشعوری خاکے میں سے دیکھ رہا تھا کہ سید ابراہیم حسین شہا نے مجھے چونکا دیا۔ فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں ہر جمعرات کو ایک میلہ سا لگا ہوتا ہے بے پناہ مخلوق خدا آتی ہے اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوتی ہے۔ اتنے میں جمعۃ المبارک کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ ہم پرتکلف کھانا کھا رہے تھے اور گفتگو کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ کھانے سے فارغ ہوئے، ادھر کسی نے کعبے کی بیٹی کے بلند مینار سے خدائے بزرگ و برتر کی

جلدی امراض کا علاج

۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوروں پر تھی بشتق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو لہر اس دور میں دیکھی گئی شاید زندگی بھر دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہوئی ۱۹۶۵ء کی ۱۷ روزہ پاک بھارت جنگ میں جو جذبہ پوری قوم کے انگ انگ سے شیرے کی طرح سے ٹپک رہا تھا۔ اُس سے کہیں زیادہ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھا گیا۔

سوشلزم کی پھلجھڑی کی روشنی ماند پڑ چکی تھی اور ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کے خلاف نفرت زور پکڑ رہی تھی کہ اتنے میں اہل سنت و جماعت کے عظیم قائد حق و صداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی نے قوم کی نمبھ پر ہاتھ رکھا۔ درد کو محسوس کیا۔ تکلیف کا جائزہ لیا، مرض کو پڑھا اور نسخہ تجویز کیا کہ اس دکھ، درد اور مرض کا صرف ایک علاج ہے۔ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ۔

ہر دو عالم میں تجھے مقصود گر آرام ہے

ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

یہ نورانی نسخہ شاہ احمد نورانی نے خود نہیں بنایا تھا بلکہ بیمار انسانیت کو ذاتِ خداوندی کے تجویز کردہ نسخہ کی صرف نشاندہی کی تھی جیسے ایک حکیم حاذق اسلاف کے نسخوں کے مطالعہ سے امراض کا علاج کرتا ہے۔ اسی طرح یہ نسخہ مسلم قوم کا ہر رہبر تجویز کرتا رہا۔ اقبالؒ نے بھی یہی کہا تھا۔

کی محسوسے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بعض اوقات نسخہ بر وقت تجویز ہو جاتا ہے اور تیرہدف ثابت ہوتا ہے

اس طرح یہ نسخہ بھی پوری قوم کا معرہ بن گیا۔ اپنے بیگانے اچھے بڑے نیک و بد چھوٹے بڑے مرد و عورت تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ، سُنی و ہابی، دیوبندی، شیعہ غرض ہر شخص کی زبان پر بس ایک ہی کلمہ تھا۔ نظامِ مصطفیٰ کا نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ کا تحفظ ملک کی بڑی بڑی نوجوانیتیں متحد ہو گئیں۔ سوشلزم کو پاکستان کی جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ملت اسلامیہ پاکستان ایک ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے۔ یہ تحریک واقعتاً ایک تحریک تھی۔ شاہ احمد نورانی کی پارٹی جمعیت العلماء پاکستان کا مرکزی دفتر انٹرنیشنل ہوٹل شاہراہ قائد اعظم کے عقب میں ایک کوٹھی میں تھا اور اب بھی ہے وہاں عشقِ مصطفیٰ سے سرشار دیوانوں کا جم غفیر ہوتا۔ کوئی آرہا ہے کوئی جا رہا ہے۔ خورد و نوش اور بود و باش کی کسے ہوش تھی۔ اس جم غفیر میں دونوں جوانوں نے بہت متاثر کیا۔ ایک صاحب تھے تسنیم الدین احمد جو ۱۹۷۱ء کے حادثہ مشرقی پاکستان کے متاثر تھے۔ ان کا کاروبار مشرقی پاکستان میں تھا اور خوب تھا۔ لیکن غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی نا اہلیوں نے پاکستان کا ایک مضبوط مشرقی بازو کاٹ کر الگ کر دیا۔ اس جائگاہ حادثہ سے نہ جانے کیسے جان بچا کر پورے خاندان کے ساتھ اس ٹوٹے پھوٹے پاکستان کے لاہور شہر میں حضرت میا نمیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں اپنا گزیر ہوئے۔ دوسرے نوجوان ملک الطاف حسین قادری تھے۔ بسنی سید شاہ میں مقیم ہیں۔ بیکنڈری بورڈ لاہور میں سروس کرتے ہیں۔ سیاسی، سماجی، سوشل اور خصوصاً دینی امور کے لئے آج بھی بڑے فعال کارکن ہیں۔ جب بھی تھے انجمن

شبانِ اہل سنت کے سر پرست اعلیٰ ہیں اور ہر نوجوان کے دل میں بستے ہیں۔ یہ دونوں نوجوان سر پہ نورانی پگڑیاں باندھے، چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری ڈاڑھیاں رکھے نورانی پیشانیوں پر تقدس آمیز سجدوں کی نشانیاں سجائے شب و روز عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاق کے لئے سر دھڑکی بازی لگانے کا عزم لئے ہر وقت بھاگ دوڑ کرتے نظر آتے۔ جی چاہتا، ان مخلص اور مقدس نفوس کی پیشانیوں کو بوسہ دے لوں۔

ان کے جذبات اور ان کے دلوں کی دھڑکنیں آج بھی اسی طرح ان کے دلوں سے سنائی دیتی ہیں۔ ذرا سینے سے رگا کر دیکھئے۔ دعوتِ اسلامی پاکستان کے سرگرم رکن ہیں۔ گلی گلی کوچہ کوچہ بستی بستی اس مشن کو لے کر جانے کا عزم صمیم رکھتے ہیں تیری آواز ملے اور مدینے۔

ایک روز ملک الطاف حسین قادری غریب خانہ میں تشریف لائے اور فرمانے لگے، دعوتِ اسلامی کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے اکتوبر ۱۹۸۳ء کے اواخر میں کراچی گیا۔ کراچی میں شہید ملت روڈ پر حضرت پیر جموں شاہ شہید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ ہے۔ روایت مشہور ہے کہ حضرت پیر جموں شاہ رحمۃ اللہ علیہ فاتحِ اسلام، بانی پاکستان مجاہدِ اسلام اول جناب محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے تھے اور یہیں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے آستانے پر ایک پانی کا چشمہ ہے۔ یہ پانی کا چشمہ نہیں فیض کا چشمہ ہے۔ میرے بھائی ملک مشاق حسین قادری کے جسم پر خارش تھی۔ علاج کور کور کے تھک ہار چکے تھے۔ اس چشمہ فیض کا سن کر ہم بھی پہنچ گئے۔ دیکھا کہ مریض لوگ اس چشمہ پر غسلِ صحت کر رہے ہیں میرے بھائی مشاق حسین قادری بھی کود گئے پورے جسم سے خارش کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ مجھے اجاب نے کہا کہ میں بھی غسل کروں۔ لیکن اس طرح

مجھے اچھا نہ لگا۔ اس لئے کہ میں پردہ میں نہانے کا عادی تھا اس لئے نہ نہا
سکا۔ واپسی پر میرے جسم پر مختلف جگہ خارش ہونے لگی اور بعض جگہ پر
چھالے پڑنے لگے۔ میں نے جلدی سے چشمے سے لیا ہوا پانی متاثرہ جگہ
پر لگایا اور آرام پایا۔ دوستوں نے ازراہِ تفنن طبع کہنا شروع کر دیا کہ پیر حسین شاہ
صاحب نے آپ کو نہ نہانے کا مزہ چکھایا ہے۔ دراصل میں یہ محسوس کرتا ہوں
کہ قدرت نے مجھے بھی یہ تجربہ کرا دیا۔ بلکہ مجھے اس چشمے سے فیض یاب ہونے
کا موقع فراہم کر دیا۔

ہم اس چشمے سے پانی بھر کر لے آئے اور محلے میں جس کسی کو ضرورت
ہوئی دیا اور اس نے بھی جسمانی بیماری سے شفا پائی۔
چشتی صاحب میں نے سنا ہے کہ جسم پر کسی قسم کی تکلیف ہو۔ اس پانی کے
استعمال سے آرام آجاتا ہے۔ آزمائش شرط ہے۔

تعارف

سید نور حسین جعفری، صاحبِ نظر، عامل اور علم نجوم و جفر کے دھنی بزرگ ہیں۔ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے مغرب میں چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں "ونی کے تارڑ" میں رہائش پذیر ہیں آپ کا ڈیرہ مرجعِ خلافت ہے۔

حاجی عبد الحفیظ صاحب، نیر آباد، شالا مارٹاؤن لاہور کے رہنے والے ہیں اور راقم الحروف سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ داروغہ والا میں ٹرک باڈی میکر کی ورکشاپ کے مالک ہیں۔ انہی کی وساطت سے محترم شاہ صاحب سے متعارف ہوا۔ ان سے دو تین بار ملاقات ہوئی۔ زیر نظر کتاب سے متعلق گفتگو کا حاصل شامل کتاب ہے۔

جذام کا علاج

حاجی عبدالحفیظ صاحب بہت فقیر اور سیدھے سادے آدمی ہیں لیکن اپنے دل میں محبت کی ایک دنیا بسائے ہوئے ہیں۔ جب کبھی انھیں کوئی اللہ والا مل جاتا ہے۔ کچھ بچھ جلتے ہیں۔ مجھ جیسے ناکارہ انسان کے لئے بھی ان کے دل میں جگہ ہے۔ جب کبھی ملاقات ہوتی ہے۔ ان کی عقیدت اور اظہار محبت دیکھا چاہیے۔ بس ہم بھی اسی نشے میں کبھی کبھی ان سے ملنے چلے جاتے ہیں۔

ایک بار ان سے ان کی ورکشاپ داروغہ والا میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کے بڑے لڑکے پر کسی خبیث روح کا سایہ ہے۔ بے چاروں نے کئی جگہ چکر لگائے۔ آرام نہ ہوا۔ کہنے لگے ایک روز میری ورکشاپ کے رفیق کار نے فرمایا۔ آؤ بچے کو ایک شاہ صاحب کے پاس لے چلتے ہیں۔ انشاء اللہ بچہ ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ مجھے حافظ آباد کے قریب ایک گاؤں وئی کے تارڑ ضلع کو حیرانولہ لے گئے۔ شاہ صاحب موصوف نے دیکھتے ہی فرمایا کہ بچے کو تو کچھ بھی نہیں آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں! ان کی موجودگی میں بچے کو ایک دفعہ دورہ پڑا۔ اس کے بعد سے آج تک واقعی بچہ بہت حد تک تندرست ہے بلکہ مکمل طور پر صحت مند ہے۔

یہ واقعہ بھی راقم الحروف کے لئے دلچسپی سے خالی نہ تھا۔ میں نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ دسمبر ۱۹۸۷ء کی بات ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب آنے والے ہیں۔ آپ کی ملاقات کرادی جائے گی۔

چند ہی روز میں شاہ صاحب کی آمد ہوئی۔ اطلاع ملنے پر میں بھی پہنچ گیا۔ شاہ صاحب قبلہ پچاس پچپن کے لگ بھگ ہوں گے۔ صحت کافی حد تک ٹھیک ہے۔ سگریٹ اور چائے بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگوں کو اتنی شدت سے منع کرتے ہیں کہ جس کو ایک دفعہ منع کرنے پر نل جائیں اُسے یقین

آجاتا ہے کہ یہ دونوں خباثتیں باعثِ ہلاکت ہیں خود میرے بیٹے محمد عرفان چشتی کی یہ کیفیت تھی کہ چلے بہت پتیا تھا۔ نہ ملنے پر ماں مرحومہ سے لڑ پڑتا تھا۔ ضرورت محسوس ہو تو تازی بنوا کر پتیا تھا۔ لیکن ایک نشست میں اس کو اس کے شر سے آگاہ کرتے ہوئے سگریٹ اور چائے پینے سے منع کیا۔ بحمد اللہ وہ اس روز سے چلنے سے ایسا متنفر ہوا ہے کہ آج تک چلنے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ پھر ایک بار ان کے بیٹے سے ملاقات ہوئی جو ایف اے کے طالب علم ہیں انہوں نے بھی بتایا کہ مجھے چلنے اور سگریٹ کی مکمل طور پر ممانعت ہے۔

خیر اس پہلی ملاقات میں پہلے تو تعارفی گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ میں نے پوچھا شاہ صاحب یہ علم جیسے علم جبر کہا جاتا ہے کیا ہے؟ شاہ صاحب گویا چمک اٹھے۔ جیسے میں نے ان کی کسی پسندیدہ چیز کا پوچھ لیا ہو۔ لوگ کہتے ہیں۔ پیسہ بولتا ہے۔ میں کہتا ہوں، علم بولتا ہے، خواہ کسی شعبے کا علم ہو بولتا ہے اور خوب خوب بولتا ہے۔ کہیں تقریر کی شکل میں اور کہیں تحریر کی شکل۔ بس پھر کیا تھا شاہ صاحب نے علم جبر کی معلومات کے دھانے کھول دیئے۔ یہ علم کیا ہے۔ اس کا آغاز کیسے اور کہاں سے ہوا۔ اس کے اثرات کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اہل خانہ اور چند دیگر اجاب تو بت بنیٹھے تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کہ آج تک کسی نے مجھ سے یہ سوال ہی نہیں کیا جو کوئی آتا ہے اپنے روتے روتا ہے۔ کوئی بیماری کا۔ کوئی مالی تکلیف کا۔ عسر و حزن دنیا مجبور اور مضطر لوگوں کی دنیا ہے۔ آج آپ نے یہ بات پوچھ کر دل کو سکون بخش دیا ہے کہ دانائے راز نہ سہی، طالب راہ تو کوئی ملا۔

میں نے پوچھا حفیظ صاحب کے بچے کے لئے آپ نے کوئی دوا بھی نہیں دی وظیفہ بھی شاید کوئی نہیں بتایا۔ اس کی تکلیف کا ازالہ کس طرح ہوا ہے تو صرف مسکرا

دیئے۔ اگر وہ شاعر ہوتے تو موج میں آکر یہ شعر سنا دیتے۔

فقر دین تے دُنی دا تھم ہوندا گل فقر دی اج تک مُڑی کوئی نہیں
 فقر نظر نال روگاں نوں کھٹ دیندا دیندا بندھ کے دارو دی پڑی کوئی نہیں
 جنھوں آسرا فقر نے دے دتا ادھری بیڑی دریا وچہ رُہری کوئی نہیں
 آکے موج وچہ ٹٹیاں فقر جوڑے ٹٹیاں فقر دی اج تک بھڑی کوئی نہیں
 اسی طرح ایک اور نشست ہوئی مجھے کچھ عطیات اور وظائف بھی عطاء
 فرمائیے۔ اگرچہ میں وظائف و فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ کوتاہی کر جاتا ہوں
 نہ جانے بعض لوگ کیا ہوتے ہیں کچھ کرنے پر آمادہ کر ہی لیتے ہیں۔

۴ فروری ۱۹۸۸ء کو محترم مرزا لیاقت علی صاحب کے ہمراہ بندہ سید نور حسین جعفری
 صاحب کو ملنے کے لئے ان کے گاؤں وئی کے تارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ پہنچا
 ان کے صاحب زادہ صاحب نے بڑ تپاک استقبال کیا۔ میں نے اپنا نام
 بتایا تو کہنے لگے جی ہاں والد صاحب اکثر آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ میں نے شکر یہ ادا کیا
 مغرب کی نماز پڑھی، بعد میں شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کھانا کھاتے ہوئے فرمانے
 لگے۔ دیکھئے چشتی صاحب آپ بے شک دلی نہ مانیں لیکن ہم نے آپکی آمد سے پہلے آپ
 کے کھانے کا خصوصی انتظام کر دیا تھا۔ مرغ مٹر پکائے ہیں۔ زردہ، سویٹ ڈش ہے
 وغیرہ وغیرہ ایسی باتوں سے محفل کشتِ رِعقران بن گئی۔

مرزا لیاقت علی صاحب کے مالی حالات ایک عرصہ سے درست نہیں ہیں۔
 چونکہ وہ میرے بہت بڑے محسن ہیں۔ اس لئے ان کو ساتھ لے کر دعا کے لئے حاضر ہوا
 تھا۔ نشار بیان کی تو شاہ صاحب نے انہیں ایک وظیفہ بتایا اور اللہ تعالیٰ سے
 ان کے لئے دعا فرمائی۔ خدائے مہربان ان کے حالات درست فرمائے اور مالی پریشانیوں
 سے نجات دلا کر دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے

میں تو اپنے مقصد کے لئے گیا تھا۔ میں نے شاہ صاحب کی اپنی آپ بیٹی پوچھنا چاہی کہ شاہ صاحب بتائیے یہ علم اور فقر کی دولت آپ نے کیسے اور کہاں سے پائی۔ فرمانے لگے۔ ۱۹۶۹ء کی بات ہے میں لاہور نینیم خانہ کے قریب رضا آباد جہاں میرے نانا جان کا مزار ہے۔ وہاں رہتا تھا کہ مجھے جزام کی تکلیف ہو گئی۔ جزام (کوڑھ) کو کہتے ہیں یہ مرض بڑھتے بڑھتے پورے جسم پر پھیل گیا۔ میرے جسم پر بڑے بڑے چھالے پڑتے۔ اور بڑے ہو کر خود ہی ٹوٹ جاتے۔ ان سے جو پیپ نکلتی۔ اس سے اتنی بدبو پھیلتی تھی کہ کوئی میرے پاس بیٹھ بھی نہ سکتا تھا۔ میرے نانا جان کے عقیدت مندوں میں ایک رقاصہ تھی جو اپنے پیشے کے اعتبار سے تو رقاصہ ہو گی لیکن جو عقیدت اسے نانا جان سے تھی اس کا اظہار اس نے میرے علاج کرنے سے کیا وہ مختلف ہسپتالوں میں داخل کروا کر علاج کراتی رہی۔ حتیٰ کہ اس نے جرمن سے ڈاکٹر منگوائے، ہزاروں روپیہ خرچ کیا۔

جرمن ڈاکٹر بھی جب میرے علاج سے مایوس ہو گئے، تو انہوں نے مجھے زہریلا ٹیکہ لگا کر ختم کر دینے کا عزم کر لیا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر یہ لڑکا ٹھیک نہ ہو تو اہل جرمن کی بدنامی ہوگی۔ اس کے مرنے کے بعد کم از کم یہ تو کہہ سکیں گے کہ علاج جاری تھا اگر زندہ رہتا تو ٹھیک ہو جاتا۔

اس بات کی بھنک کسی طرح اس خدمت گزار عورت تک پہنچ گئی۔ کسی طرح پانچ سو روپیہ دیکر مجھے چوٹی سے ہسپتال سے نکالنے میں کامیاب ہو گئی اور مایوس ہو کر مجھے میرے گاؤں دنی کے تارڑ چھوڑ گئی۔ ساتھ ہی ایک ہزار روپیہ نقد بھی دے گئی اور کہہ گئی کہ اگر روپیہ ختم ہو جائے تو میں پھر حاضر ہوں۔ اطلاع دے کر بلوا لیجئے۔

جن پتہ تک یہ تھا وہی پتے ہو ا دینے لگے

وہ تو مجھے میرے گاؤں چھوڑ کر چلی گئی۔ والدین حیات نہیں تھے۔ بہن تھی

یا اہل دیہہ تھے جو ہمیں انتہائی عزت و تکریم سے دیکھتے تھے لیکن ع
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کے مصداق، میری جسمانی حالت خطرے کا الارم تھی۔ سب سے پہلے میری آگ کو
اسی پتے نے ہوا دی جو میرا سب سے اہم سہارا تھا، یعنی میری بہن اس نے میرے
اس کمرے کی اندر سے کڑی چڑھا دی، جس میں میری چار پائی تھی۔ نفرت کا
اظہار اگر ہمیں تک محدود رہتا تو شاید گوارا ہوتا۔ میرے جسم کی بو تو میری ذات تک
محدود تھی یا زیادہ سے زیادہ قریب بیٹھنے والوں تک تھی۔ لیکن اس نے نفرت کی
بو کو پورے گاؤں پھیلادیا، کہ اگر یہ شخص گاؤں میں رہا تو پورا گاؤں اس نامراد مرض
کا شکار ہو جائے گا۔ لہذا اس کی چار پائی اٹھا کر گاؤں سے باہر کسی جگہ پھینک آئیں
کم از کم اہل دیہہ تو اس نامراد مرض سے محفوظ رہیں گے۔

دنیا ابھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی۔ ایک میراثی عورت ان حالات
میں بھی میری خدمت کرتی تھی۔ میرے بستر پر چولہے کی راکھ لاکر پچھاتی۔ پرانی
راکھ نکالتی نئی پچھاتی، مجھے دوا وغیرہ پلاتی اور اندر ہی اندر زلمے کی ستم ظریفی پر
کڑھتی رہتی۔ ایک سفقہ غلام محمد بھی میرے لئے اپنے دل میں محبت کے جذبات
رکھتا تھا۔ جس روز میری چار پائی اٹھا کر باہر پھینکنے کا منصوبہ تیار ہو رہا تھا۔ اسی روز
کسی نے مجھے آگ خبر دی۔ اپنی بہن اور بھائیوں کے کردار پر یاد آیا۔

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا

دوست اس دنیا میں کم بھائی بہت

منزل کی خبر

صبح غلام محمد سفقہ خبر لینے آیا۔ تو میں نے اُسے اپنی خبر کے بجائے دوسری خبر

سنادی۔ دل گرفتہ ہو کر کہنے لگا۔ شاہ صاحب اگر آپ میرے پیر کی کس میں نہانے کی نذر مان لیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو شفاء نصیب ہوگی۔ اندھا چلے دو آنکھیں، بھوکا چلے دو روٹی۔ میں نے کہا۔ میں ابھی نذر مانتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے شفاء عطا فرمائے تو میں تمہارے پیر کی کس میں حاضر ہو کر غسل کروں گا۔ وعدہ وعید کے بعد وہ اپنے گھر کو روانہ ہو گیا۔

آج گاؤں والوں اور اہل کرم کو میرے اللہ الکریم نے میرے سامنے عیاں ہونے سے بچا لیا۔ خدا نے ان کی میرے خاندان سے سابقہ عقیدت کے صدقہ یہ غلطی معاف کر دی۔ ورنہ وہ میرے اور زمانے کے سامنے ذلیل و رسوا ہو جاتے۔ اللہ رب العزت نے کرم فرمایا۔ اس رات چھالے نہ نکلے۔ یہ خوشگوار تبدیلی اس نذر کا صلہ تھی۔ دوسرے روز غلام محمد آیا۔ حال احوال سے اُسے آگاہ کیا اور خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے راولپنڈی اپنے پیر کے آستانے پر لے چلو۔ تاکہ ان کی کس میں نہا سکوں۔ پیسے میرے پاس تھے۔ اہل کرم کا ممنونِ منت نہ ہونا پڑا۔ ہم دونوں نے ٹانگہ لیا۔ حافظ آباد پہنچے۔ حافظ آباد سے بس پر بیٹھ کر راولپنڈی پہنچ گئے۔

راولپنڈی سے کھوڑے جاتے ہوئے ٹھنڈا پانی سٹاپ آتا ہے۔ وہاں سے شمال مشرق کی طرف قریباً چھ میل کے فاصلے پر تمیر شریف جگہ ہے جو سید بادشاہوں کا ڈیرہ ہے اور ہمارا ہی خاندان ہے۔ سید منزل حسین شاہ مشہدی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین ہیں اور یہ بزرگ سید چن پیر بادشاہ کے مرید تھے۔ یہ چن پیر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ پنڈوریاں شریف متصل راولپنڈی حضرت امام الاولیاء بر خلیل واصلیین حضرت امام بری رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں اور خلیفہ بھی ہیں۔

تمیر شریف آستانے کے پاس سے ایک ندی بہتی ہے جسے اس علاقہ کے

لوگ "کس" کہتے ہیں۔ میں نے اپنی نذر کے حوالے سے اُس میں غسل کیا تو بحمد اللہ بالکل تندرست ہو گیا۔ حتیٰ کہ جسم سے زخموں کے نشانات بھی مٹ گئے الحمد للہ جب دینا ٹھکرا دیتی ہے اور انسان کا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہوتا تو ایسے میں اللہ والے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے دکھی انسانیت کا دامن تھام لیتے ہیں اور اتنا نوازتے ہیں کہ ساری دنیا انتہائی مہربان ہوتے ہوئے بھی نہ نواز سکے۔ سید مزمل حسین شاہ صاحب مشہدی نے مجھے اپنے دامن میں پناہ دی۔ یہ مزمل شاہ صاحب کا وہ کمال تھا جس نے عاصیوں اور گنہگاروں بلکہ بھولے بھٹکوں کو اپنے سایہ عاطفت میں لے کر سب غم بھلا دیئے تھے۔

یہ جسمانی تکالیف سے آرام اور صحت کا انقلاب ہی میرے اندر کے انقلاب کا باعث ہوا۔ میں تو اب اسی در کا ہو گیا۔

تیسرے فضل و کرم کی دھوم ہے سارے زمانے میں

تیسرے زہد و عمل کا ہر جگہ پر چار ہے بابا

قبلہ سید نور حسین جعفری صاحب نے وئی کے تارڑ حافظ آباد میں بیٹھ کر اپنے اندر انقلاب اور روحانی ارتقاء کی منازل کا سفر اور پھر ان عظمتوں اور فرحتوں کو چومنے کا دلنواز ذکر جن تک عوام تو کیا کمی خواص کے تصور بھی نہیں پہنچ سکتے۔ کچھ اس انداز سے چھیڑا کہ وجد و کیف میں سبحان اللہ سبحان اللہ ورنہ باں ہو گیا۔ یہ ایمان افروز داستان چونکہ میرے موضوع کا حصہ نہیں اس لئے اس کا ذکر کسی اور نشست کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔

بچوں کے سوکھے پن کے لئے روحانی شفا خانہ

شہر سیالکوٹ کے قریبی قصبہ "اگوکی" کی ایک عظیم فقیر درویش اور عشق
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار عالم و فاضل، واعظ مقرر، شخصیت حضرت
علامہ مولانا حکیم محمد عالم صاحب کے وصال پر ملاں کی خیر ۱۱ اپریل ۱۹۸۸ء کو
سنی۔ راقم الحروف کی موصوف سے قرابتداری کے ساتھ ساتھ عقیدہ تہذیبی بھی ہے۔
مستم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے

دیار دل میں بڑا احترام ہے تیرا

بندہ سیالکوٹ کے قصبہ اگوکی پہنچا۔ اہل قرابت اور عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر
تھا۔ یہ سب اس مردِ حق آگاہ کے آخری دیدار کو جمع تھے۔ بعد از غسل
کفنانے کے فراتس و رسومات ادا ہو رہی تھیں کہ ایک اور محبت رسول کے
پیکر مجسم تقویٰ و تقدس جناب الحاج عبدالکریم صاحب آف راولپنڈی نے
جیب سے ایک پٹری نکالی اور مرحوم کے بیٹے خاں سے کہا اس
پٹری میں سے تھوڑی سی خاک آنکھوں پر لگا دو اور کچھ علم و دانش سے بھر لو اس
سینے پر بکھیر دو۔ اس کے بعد مرحوم کی اہلیہ بھی چھوٹی سی پٹری لائیں اور اس
میں سے بھی تھوڑی سی خاک آنکھوں پر لگا دی گئی اور کچھ سینے پر بکھیر دی گئی۔
معلوم ہوا کہ یہ خاک مقدس سرور کون و مکان، ہادی انس و جان ہولنس بے چارگان

حاجی ٹبے کساں، شیخ عاصیاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ
مقدس کے اندرونی حصہ کی خاکِ پاک ہے۔ یہ سن کر بے ساختہ ان کے
مقدر پر رشک آیا کہ لے زندگی بھر درد و سلام کی لذتوں سے محظوظ ہونے
والے تیری قسمت کو سلام۔ میرے نہاں خانہ دل میں کیفیت و سرور کچھ ایسا آن
بسا ہے کہ مشامِ جانِ ایمان معطر ہو گئے۔ ایک نعت کا شعر گنگنا یا کرتے تھے۔
وقتِ آخر مدینے جے میں پہنچ جاں روح میرے جسم توں جدوں ہوئے جدا
تسی میرا جنازہ میسے ساتھ تھیو

لے لنگنا مدینے دے بازار چوں

وقتِ آخر سران کی چوکھٹ پر دھرا ہوا ہونا تو بڑے مقدر کی بات ہے لیکن
اس آخری وقت میں سرکار کی چوکھٹ کی خاک آنکھوں پہ ملنا نصیب ہونا
بھی کچھ کم نہیں۔ کم از کم میں نے اپنی پوری زندگی میں کسی کو یہ نعمتِ عظمیٰ پانے نہیں دیکھا۔
عمرِ خدا رحمت کند آں پاک باز و پاک طینت را۔

نماز جنازہ اگو کی کی ایک عظیم شخصیت میر سید اعجاز حسین شاہ صاحب
نے پڑھائی۔ بعد از نماز شاہ صاحب نے موصوف کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی
اور ان تین اعمال کا تذکرہ فرمایا۔ جو مرنے کے بعد بھی نامہ اعمال میں رقم ہوتے
رہتے ہیں۔ ایک صدقات جاریہ دوسرا وہ علم جس سے لوگ فیض یاب ہوتے ہوں اور
تیسرا اولاد جو اس کیلئے دعا کرے۔ حاضرین پر کیف طاری تھا۔ بعد از دعا قبرستان پہنچے۔

تو معاً مجھے یاد آیا کہ سیالکوٹ میں ایک ٹبہ کے متعلق سنا تھا، جہاں سوکھے کے
نجات کیلئے بچوں کو نہلا یا جاتا ہے اور شفا ملتی ہے۔ میں نے شاہ صاحب سے
پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہاں یہ وہی ٹبہ ہے۔ یہاں اوپر ایک بزرگ حضرت بابا
ملک شاہ ولی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ ہے جو اپنے آپ کو مورکھ شاہ کے نام

سے معروف کرتے تھے۔ سیالکوٹ والے امام صاحب کے دور کے بزرگ ہیں اور یہ ان کا ذاتی کتواں ہے۔ اس ٹبرہ کے ساتھ ہی سایہ کے لئے ایک بہت بڑا بڑھ کا درخت ہے۔ اس کنویں کے پانی سے مریض بچوں کو نہلایا جاتا ہے اور ان کی مائیں بھی غسل کرتی ہیں۔ تین اتوار جو اس عمل کو دہرائے اللہ تعالیٰ اس کے بچے کو اس بیماری سے شفا عطا فرمادیتے ہیں۔

راقم الحروف نے حضرت ملک شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کی۔ ایصالِ ثواب کے بعد اس ٹیلے سے نیچے اتر کر دیکھا کہ کنویں کے ساتھ غسل خانے بنے ہوئے ہیں۔ چند مستورات اور اشخاص اپنے ننھے معصوم بیمار بچوں کو غسل دے رہے ہیں اور ان کی دکھیا مائیں بھی اس آبِ شفا سے غسل کر رہی ہیں۔ میں بھی دعائیں شریک ہو گیا۔ کہ اے خالق و مالک تو اپنی مخلوق پر رحم فرما اور ان کو صحت کی دولت سے مالا مال فرما۔

کئی بار سوچا کہ بابا جی نے اس کنویں میں کونسی دوا گھول کر ملا دی ہے۔ جس سے صدیوں سے لوگ صحت یاب ہو رہے ہیں اور اس دوا کا اثر ابھی تک زائل نہیں ہوا۔ تو دل میں آئی۔ اے سوز و فکر کی اندھی دلدل میں پھنسنے والے تمہاری نظر پھر دوا پہ ہے۔ کیا دوا واقعی ہر قیمت پر شفا کی حامل ہوتی ہے؟ نہیں بالکل نہیں، بلکہ دوائیں اثر بھی وہی ذات ڈالتی ہے جو خود لازوال ہے۔ وہی لازوال ذات جس نے اپنے ایک نیک بندے کی بندگی کا دنیا ہی میں صلہ عطا فرمایا کہ اس کا آستانہ صدقہ جاریہ بن گیا۔ اس صدقہ جاریہ سے لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے جب تک وہ چاہے گا اس پانی میں تاثیر شفا موجود ہے گی اور جب اس نے نہ چاہا یہ اثر زائل ہو جائے گا۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

تعارف

قاری محمد عطاء الرحمن چشتی صاحب

قبول صورت شخصیت، گھنگریلے بال، دراز قامت، جلسہ عام میں اتحادِ شہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا متن مسلسل پڑھتے ہوئے نظر آتی۔ پیارے نبی کی پیاری
باتیں بذاتِ خود اثر انگیز ہیں لیکن جب زبان کی مٹھاس اور ایک ایک لفظ
پر توجہ کا جادو ساتھ شامل ہو جائے تو حاضرین پر ایک کیفیت سا طاری ہو جاتا
ہے۔ تقریر کا یہ انوکھا انداز بہت دل فریب لگانے کو جی چاہا۔ قریب ہوا، تو
قریب ہوتا چلا گیا۔ مہمان تواری، بخوش خلقی، علم و فضل کی دولت کے یا وصف
عجز و انکسار کی دولت نے مزید متاثر کیا۔ یہ نوجوان ابھرتی ہوئی شخصیت
حضرت محترم قاری محمد عطاء الرحمن چشتی ابن اولیاءِ حال چشتی ہیں۔ غرضہ سے
ملاقات نے نقوشِ الفت اور گہرے کر دیئے ہیں، اور آج کل خطابت و
امامت کے فرائض پی بلاک گلبرگ نمبر 3۔ لاہور میں ادا کر رہے ہیں۔ روحانی
شفا خانوں کے تذکرے پر فرمانے لگے۔ اگر مجھے اجازت ہو تو ہمارے علاقے
میں چند روحانی شفا خانے ہیں۔ ان کے متعلق معلومات لاکر پیش کر دوں
اس نعمت غیر مترقبہ سے بھلا کیسے انکار کر سکتا تھا۔ عید الفطر کی تعطیلات
پر گھر وادی سون سکیسہ ضلع سرگودھا تشریف لے گئے اور جو معلومات
لے کر آئے ہیں ان کے حوالے سے صفحاتِ قرطاس کی زینت بنا دیا ہے۔

اللہ اعلم ورسولہ بالصواب

بواسیر اور جوڑوں کا درد

جناب قاری محمد عطاء الرحمن چشتی گولڑوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علاقے وادی سون سکیس تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب بمقام اگالی کے قریب ایک پہاڑ کے متصل ایک مزار مقدس ہے۔ اس مزار میں حافظ رحمت صاحب رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔ آپ کا مزار انوار الہیہ کا مرکز ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ انگہ شریف بھی قریب ہی واقع ہے۔ جہاں بیسویں صدی کی عظیم روحانی شخصیت خواجہ خواجگان پیر طریقت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف اپنی ابتدائی عمر میں ابتدائی تعلیم کے حصول میں تشریف لائے تھے۔

قاری صاحب اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس مزار سے دیگر فیوض و برکات کے علاوہ بواسیر جیسے موزی مرض کے مریض شفاء کلی حاصل کرتے ہیں۔ خود ان کے والد ماجد کو بواسیر کھتی اور یہیں سے شفا یاب ہوئے۔ طریقہ کار یہ ہے کہ زائر مریض اپنے ساتھ کالے مہاگے کے سات ریشے لاتا ہے۔ لوح مزار کے چوکھٹے کے ایک طرف چار ریشے رکھ دیتے ہیں اور تین ریشے ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ بعد از فاتحہ خوانی و ایصالِ ثواب زائر دھاگے اٹھا لیتے ہیں اور اُسے سات گریں دے لیتے ہیں اور بازو پر باندھ لیتے ہیں اس طرح سے بواسیر سے مکمل شفا ہو جاتی ہے۔

قاری صاحب نے فرمایا۔ ہمارے ہاں ایک مقام امب شریف ہے اس کے شمال میں ایک پہاڑی نالہ و نہال کے شمال میں ایک گاؤں اچھالی

اور امب شریف کے درمیان میں ایک بہت بڑا پتھر پڑا ہوا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت سلطان زمان سلطان، مفتاح جناب سلطان محمد ابراہیم المعروف سارٹھی والے رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے میں یہاں سے گزرتے ہوئے کچھ پڑھ کر دم فرمایا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کوئی جسمانی درد والے اپنے درد کی جگہ اس پتھر کے ساتھ لگائے گا۔ یا ہاتھ لگا کر اپنے جلتے درد پر لگائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس جسمانی بیماری و تکلیف سے نجات پائے گا۔ قاری محمد عطا الرحمن صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں سلطان ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک پر حاضری کے لئے حاضر ہوا۔ واپسی پر والد محترم نے اس پتھر کی نشاندہی فرمائی کہتے ہیں کہ میری بائیں پسلی میں پیٹ کی طرف ایک گٹھلی سی لکلی ہوئی تھی۔ جو سردیوں کے موسم میں شدت درد کی وجہ سے بہت پریشان رکھتی۔ میرے دل میں اس اللہ والے کے دم کر وہ پتھر کے فیضان سے فیض لوٹنے کی حسرت پیدا ہوئی۔ میں نے پتھر کے ساتھ ہاتھ لگا کر اپنے درد کی جگہ پر لگایا۔ اللہ جب سے اب تک اس درد سے مکمل نجات پا چکا ہوں۔

تعارف

بابا طوطی گل خاں صاحب .

خاں صاحب طارق کالونی مقبول پارک مصطفیٰ آباد لاہور ۱۵ میں اپنے خاندان کے ساتھ عرصہ سے مقیم ہیں۔ ریلوے ورکشاپ سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ ماشاء اللہ صحت بہت اچھی ہیں۔ بہت نیک نفس، متقی و پرہیزگار اور سیدھے سادے آدمی ہیں۔ داڑھی مکمل طور پر سفید ہو چکی ہے۔ مخلص اتنے ہیں کہ اندھا اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

انٹرویو

موبلائی صاحب! آؤ آؤ۔ آپ کو چائے پلاؤں۔ اچھا دودھ پی لو۔ کوئی بات نہیں۔ دیر تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہم آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔ ہم سب آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔

جب بھی بابا طوطی گل راستے میں مل جاتے ہیں۔ ان کی وارفتگی دیکھا جائے۔

گلے ملتے ہیں اور خوب پیار سے ملتے ہیں۔ سادہ، بالکل سادہ شخصیت۔ علماء سے پیار و اُلفت رکھتے ہیں! حسب استطاعت سخاوت میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔

ان کا بیٹا محمد منیر خاں دیگر بچوں کی نسبت ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے "روحانی شفا خانے" کے تذکرے پر کہنے لگا۔ میرے ابا حضور کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نعمت عطا فرمائی ہے۔ بالکل ان پڑھ ہیں۔ اس کے باوجود کچھ پڑھ کر دم کرتے ہیں تو چہروں کے دھندلے دلدار ہو جاتے ہیں۔

اس شوق میں کہ وہ کیا پڑھتے ہیں۔ میں نے بابا طوطی گل کو بلا بھیجا۔ مہمان رب کی رحمت ہوتا ہے۔ میں نے بڑی محبت کے ساتھ چائے کا اہتمام کیا۔ لیکن وہ اپنی جھولی اپنے باغ کے اخروٹوں سے بھری ہوئی لیے بیٹھے تھے۔ مجھے پیش کرنے کے بعد قبول کرنے کیلئے منتیں کرنے لگے۔

میرے پوچھنے پر فرمایا کہ میرے گاؤں سوات میں ایک مولوی صاحب نے سبق بتایا تھا۔ نین بار سورہ الحمد شرح پڑھ کر سوئی کے بارے میں سہرے پر دم کرتا ہوں۔ پھر وہی سوئی دھندلے چاروں طرف پھیرتا ہوں۔ البتہ سوئی پھیرتے ہوئے سانس بالکل روک لیتا ہوں۔ اس عمل سے مریضوں کو اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماتا ہے۔ آپ کو بھی اجازت ہے۔ آپ بھی دم کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ سے بھی لوگوں کو فیض دے گا۔

تعارف

مختلف مقامات، مساجد، دفاتر اور لسبوں وغیرہ میں درودِ پاک کے فضائل کے خوبصورت سٹیگر دیکھ کر خوشی بھی ہوتی اور حیرانی بھی کہ کون وہ گمنام شخصیت ہے جو اتنے قیمتی سٹیگر چھپوا کر تقسیم کرتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صرف سٹیگر ہی نہیں بلکہ چارٹ، کتابیں اور پمفلٹ بھی بڑی تعداد میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ایک روز چودھری بشیر احمد ناز صاحب کے ہمراہ جناب شیخ عبدالغفار صاحب سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر ٹی اینڈ ٹی اینڈ سے ملنے گیا جو میرے تلامذہ میں سے ہیں۔ دورانِ گفتگو انہوں نے انکشاف کیا کہ میرے آئیڈیئر جناب رانا میر احمد غازی ڈائریکٹر جنرل پاکستان ٹی اینڈ ٹی ڈی درودِ پاک کے سٹیگر، پمفلٹ اور کتب مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ یہ قریبی تعارف میں کئی بڑے سرمایہ نگار۔ کئی بار چاہا کہ اس عظیم انسان سے ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ آخر کار ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء کو جناب راجا رشید محمود صاحب نے اچانک خوشخبری سنائی کہ ان صاحب حج بیت اللہ کی سعادت سے واپس آئے ہیں۔ حج سے واپسی پر انہوں نے اپنے گھر میں ۱۱ ستمبر ۱۹۸۸ء کو محفلِ میلاد کا انعقاد کیا ہے۔ اس میں آپ کو بھی شرکت کرنا ہے۔ اس مختصر باوقار اور پاکیزہ محفل میں کیف و سرور کی لذت کے علاوہ روحانی شفا خانے کے لئے بھی ایک تحفہ مل گیا۔

انسٹرویلو

رانا منیر احمد غازی صاحب اپنے سفر حج کے ایمان افروز واقعات بیان کر رہے تھے۔ پاکستان کے ایک ذمہ دار شخص کا عشق و مستی سے زیارتِ حرمین شریفین میں غرق ہونے کے ساتھ ہوش و خرد کے پیمانوں کے ساتھ گم دو پیش کا جائزہ لینا کئی ایک سہستہ رازوں سے پردہ اٹھا رہا تھا۔ انہوں نے سعودی عرب کی طرف سے ۱۹۸۸ء سے شائع شدہ ایک کتاب "عَلِمُوا أَوْلَادَكُمْ مَحَبَّةَ رَسُولِ اللَّهِ" یعنی اپنی اولاد کو محبت رسول اللہ کی تعلیم دو۔ راجا صاحب کو پیش کی جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک کا تذکرہ احادیث اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔ راجا صاحب نے ماہنامہ نعت کے میلاد نمبر میں شائع کرنے کے لئے وصول کر لی۔

دورانِ گفتگو غازی صاحب نے فرمایا کہ مدینہ پاک میں ایک دوست نے مشورہ دیا کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ تبوک کے پہلے پڑاؤ پر ایک کتواں ہے۔ اس کا پانی بعض امراض کے لئے بہت مفید ہے۔ اس لئے وہاں جانا چاہیے۔ میری اہلیہ بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی آنکھیں تک ابل آئی ہیں۔ وہ بھی ساتھ ہولیں۔ یہ کتواں مدینہ پاک سے ۲۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ہم وہاں پہنچے اور پانی نوش کیا۔ ایمان تازہ ہو گیا۔ اس پانی کے پینے سے میری اہلیہ کو مکمل طور پر شفا مل چکی ہے اور اب ان کی تکلیف کا کوئی نشان بھی باقی نہیں۔ غازی صاحب نے فرمایا مدینہ پاک کے لوگ وہاں جاتے ہیں۔ پانی پیتے ہیں۔ ساتھ بھی لے آتے ہیں اور کئی ایک بیماریوں سے شفا پاتے ہیں۔

مدینہ کے خطے خدا تجھ کو رکھے غریبوں فقیروں کے ٹھہرنے والے

التماس

اللہ تعالیٰ کی دکھی اور بیمار مخلوق اور اس کے محبوب کی اُمت کے نام پر درد مندانه التجا ہے کہ اگر کسی اللہ والے کے آستانے سے کسی بیماری کی شفا سے متعلق کوئی مصدقہ خبر کسی صاحب کے علم میں ہو تو ازراہِ لطف و عنایت راقم الحروف کو اس سے مطلع فرما کر ممنونیت سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں خبر دینے والے کے حوالے سے "جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے" میں شائع کر دی جائے۔

کرم پبلی کیشنز - مصطفیٰ آباد - لاہور ۱۵

حضرت علامہ مولانا عبدالحق ظفر حسینی صاحب
 میسرے عظیم اور پرانے ساتھیوں میں سے ہیں۔ چونکہ
 علم و ادب سے قدرتی شغف ہے۔ اس لیے
 گلے گا ہے آپ کے علمی و ادبی شاہ پارے اخبارات و
 رسائل کے ذریعہ نظر سے گزرتے رہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ
 منزل بہ منزل علمی و ادبی منزلوں سے گزرتے ہوئے آخر کار
 آپ ایک عظیم خزانے کی تلاش و دریافت میں کامیاب
 ہوئے۔ یعنی آپ کی تازہ تلاش جسمانی امراض کے روحانی
 شفا خانے۔ آپ اس سلسلہ میں مبارک باد کے مستحق
 ہیں۔ آپ کی اس تازہ تلاش سے آئندہ بے شمار خلق خدا کو
 روحانی فائدے پہنچیں گے۔

بندہ عاصم الہی بخش تادری رضوی ضیائی